بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ انوار مدینہ

شمارہ : ۵	رجب المرجب ۱۴۳۴ھ / مئی ۲۰۱۳ء	جلد : ۲۱

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-0954-020-100-7914

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۸
سیکولرازم اَور قادیانیت	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۱۳
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۲
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۲۸
الیکشن کے حوالے سے پاکستان کے علماءِ کرام اَور عوام الناس سے اَپیل		۳۲
اِنتخابات میں ووٹ، ووٹر اَور اُمیدوار کی شرعی حیثیت	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	۳۳
قرآنِ مجید کی عظمت وحفاظت اَور........	شیخ التفسیر حضرت علامہ شمس الحق صاحب اَفغانیؒ	۳۹
گلدستہ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۷
ماہِ رجب کے اَحکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۵۱
اَخبار الجامعہ	مولانا اِنعام اللہ صاحب	۶۳

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

گزشتہ ماہ ضربِ مومن میں ''ہانگ کانگ کا سفر ایک'' کے زیرِ عنوان مفتی اَبولبابہ صاحب مدظلہ کی ایک تحریر نظر سے گزری اُس کا ایک اِقتباس یہ تھا کہ

''اَحقر نے کولون مسجد میں اِتوار کے پروگرام میں ''تدبر فی القرآن'' پر تفصیلی بات چیت کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ آج ویسٹ نے قرآن کے ساتھ ریسرچ وتحقیق کا تعلق قائم کر رکھا ہے جبکہ مسلمانوں نے قرآن کے ساتھ اِیصالِ ثواب اَور تعویذ بنانے کا تعلق قائم کر رکھا ہے۔ اِس پر قاری طیب صاحب نے ایک ملاقات میں اَپنا ایک عجیب واقعہ سُنایا کہ

''ایک بار ہانگ کانگ میں ملائشیا کے قومی دِن کی تقریب تھی جس میں اُنہیں بھی دعوت دی گئی، وہ فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں گیا تو میرا تعارف کرانے کے بعد منتظمین نے مجھے تلاوتِ قرآن کی دعوت دی میں نے تلاوت کی، اِس تقریب میں

مہمانِ خصوصی ہانگ کانگ کے گورنر کریس پیٹن تھے۔قاری صاحب فرماتے ہیں کہ تقریب کے بعد ریفریشمنٹ کے دَوران گورنر نے میرے پاس آکر حال اَحوال دَریافت کیا اَور پوچھا کہ آپ اِمام ہیں، اِمام بننے کے لیے آپ نے کیا پڑھا ہے ؟ میں نے قرآنِ کریم، تفسیر وحدیث کی کتب کا نام لیا، اِس کے بعد اُس نے پوچھا کہ کیا آپ نے ''ہدایہ'' پڑھی ہے ؟ میں نے کہا جی ہاں ! اُس نے مجھ سے ہدایہ کے مختلف مقامات کا اِمتحان لینا شروع کر دیا۔میں اُس کی گفتگو سُن کر بہت حیران ہوا تو اُس نے مجھے بتایا کہ میں نے ہدایہ پر پی ایچ ڈی کی ہے اَور آکسفورڈ سے اِس پر باقاعدہ پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، یہ آپ لوگوں کے لاء اَور قانون کی ایسی عمدہ کتاب ہے جس کی مثال نہیں ملتی مگر اَفسوس یہ ہے کہ تم لوگوں نے اِسے کہیں نافذ نہیں کیا، آج اَگر یہ کسی جگہ نافذ ہوتی تو پتا نہیں یہ لاء کتنا اِرتقائی دَرجہ اِختیار کرتا ! کتنے نِت نئے عملی دَروازے کھلتے ! ''

یہ اِقتباس عالم غیر عالم بلکہ اَدنیٰ درجہ کے ہر اُس مسلمان کے لیے جو اپنے اَندر تھوڑا سا بھی نورِ ایمانی رکھتا ہوا ایسا آئینہ ہے کہ جس میں اِسلام کی عظمتِ رفتہ کی جولانیوں کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ ''جادُو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' کے مصداق یہ ایسا غیر جانبدار ''اِعترافی آئینہ'' ہے جس میں جھانک کر آشنا اَور غیر آشنا دونوں ہی سر دُھنتے رہ جائیں۔

اَفسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مذہبی طبقہ ہی نہیں بلکہ حاملینِ دینِ اِسلام میں بھی ایسے بھولے بھالوں کی ایک معتد بہ تعداد ایسی بھی ہے جو یہ خیال کرتی ہے کہ اگر اِسلامی نظام نافذ کرنے والے برسرِ اِقتدار آ بھی گئے تو اِتنے جج کہاں سے لائیں گے جو عدالتوں کا نظام سنبھال کر فیصلے صادِر کر سکیں۔

بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرمایا کرتے تھے کہ چند ایسے علماء جو ہدایہ پڑھے ہوئے ہوں پورے لاہور کی آبادی کے لیے بطورِ جج کافی ہو سکتے ہیں۔

ہدایہ اِسلامی قوانین کی عظیم الشان کتاب ہے اِس کی چار ضخیم جلدیں ہیں تقریبًا چودہ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب تمام فوجداری، سول، دیوانی قوانین نیز عسکری قوانین (Marshal Rules) غیر ممالک سے معاہدات، قیدیوں اَور باغیوں کے قوانین، ملکی سرحدوں کے ضوابط، کسٹم قوانین، سیاسی وسفارتی نیز عدالتی اَور ججوں کے ضوابط وآداب، بری و بحری راہ دَاریوں کے اُصولوں پر مشتمل ہے۔

اِس میں تین سواَسی باب (Chapters,Sub-chapters) ہیں۔آج سے آٹھ سو سال قبل چھٹی صدی ہجری میں یہ کتاب لکھی گئی اِس کتاب کے مصنف کا اِسم گرامی علی بن اَبوبکر ہے، کنیت اَبوالحسن اَور لقب برہان الدین ہے، رحمہ اللہ۔

یہ کتاب ہر بڑے جامعہ میں ماہر اَساتذہ دو سالوں میں پڑھاتے ہیں اَور درسِ نظامی کے آخری سال سے پہلے کے دوسالوں میں پڑھائی جاتی ہے اِس کتاب میں اِمام علی بن اَبوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے ہر اہم مسئلہ پر دو دَلیلیں قائم فرمائی ہیں، ایک نقلی (یعنی قرآن یا حدیث سے) دلیل، دُوسری عقلی دلیل تاکہ ہر موقع پر یہ حقیقت واضح ہوتی چلی جائے کہ اَگر بالفرض قرآن یا حدیث سے کسی مسئلہ پر کوئی دلیل نہ بھی ہوتی اَور صرف عقلی طور پر اِس کو پرکھا جاتا تب بھی عقلِ سلیم اِس کو درست قرار دیتی اَور قرآن وحدیث کے منکر عقل پرستوں کو بھی اِس کی حقانیت کا اِعتراف بالآخر کرنا ہی پڑتا جیسا کہ ہانگ کانگ کے (غالبًا عیسائی) گورنر کریس پیٹن کی رائے سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مغرب ومشرقِ بعید نے قرآن وحدیث کے اِنکار کے باوجود اُن سے اَخذ کیے گئے قوانین کو عقلی طور پر تسلیم کرتے ہوئے بہت سی چیزوں کو اَپنا رکھا ہے اَور اِن سے بھرپور فوائد حاصل کرتے ہوئے دُنیاوی ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں۔

قرآنِ پاک میں اِرشاد ہے ﴿ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَھُمْ ﴾ اُن (محمد ﷺ کی صداقت) کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔مگر مانتے نہیں ہیں کیونکہ جاننے کے بعد مان بھی جانا یہ اللہ کی خاص توفیق سے ہو سکتا ہے اِسی کو ہدایت کہا جاتا ہے۔اِن بے ہدایتوں کو اَگرچہ ہدایت تو نہیں مِلی مگر اپنے سیاسی وتجارتی اصول اُنہوں نے ہماری فقہ (قانون کی کتابوں) سے اَخذ کر کے دُنیاوی ترقی کے منازل بڑی تیزی سے طے کرتے ہوئے سب کو پیچھے چھوڑ رکھا ہے۔

دُوسری طرف مسلمانوں کی طرف سے اپنے بے مثال اَور عظیم الشان قوانین کی ناقدری کا یہ حال ہے کہ اُس کو بیان کرنے کے لیے الفاظ بھی نہیں ملتے ۔

ہانگ کانگ کے گورنر نے ''ہدایہ'' پر پی ایچ ڈی کرنے کے بعد کھلے دِل سے اِس کی تعریف کرتے ہوئے آخر میں یہ بھی کہا کہ

''آج اَگر یہ کسی جگہ نافذ ہوتی تو پتا نہیں یہ لاء کتنا اِرتقائی دَرجہ اِختیار کرتا ! کتنے نِت نئے عملی دَروازے کھلتے ! ''

مگر اُن کی یہ آخری بات درست نہیں ہے کیونکہ لاء کا اِرتقاء نہیں بلکہ لاء کے ذریعے اِنسانوں کا اِرتقاء ہوتا ہے۔

فقہ کی یہ کتاب ''ہدایہ'' قرآن وحدیث ، اِجماع و قیاس کے ذریعہ مرتب کردہ قوانین کا مجموعہ ہے اَور اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کردہ قوانین کے بارے میں قرآنِ پاک میں اِرشاد فرمایا ہے :

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾ (سورۃ المائدہ آیت ۳)

''آج (فتح مکہ) کے دِن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین (ہرقسم کے اِرتقاء کے اِعتبار سے) مکمل کر دیا اَور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اَور میں نے تمہارے لیے اِسلام کو بطورِ دین پسند کرلیا۔''

قرآن کے اِس اعلان کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اِلٰہی قانون اِرتقاء کی تمام منازل طے کر کے اَوجِ کمال کو پہنچ چکا ہے ۔اَب اِنسانوں کا کام ہے کہ وہ اِس پر عمل کر کے اِرتقائی منازل طے کرتے ہوئے دُنیا وآخرت میں سرخرو ہو جائیں لیکن اِنسانوں کے بنائے ہوئے ملکی یا عالمی قوانین خامیوں سے پاک نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ اِن میں آئے دِن ردّ و بدل کر کے اِرتقاء کی تدبیریں کی جاتی ہیں مگر اِسلامی قوانین میں اِس کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ وہ فطرت کے عین مطابق

اَور اَٹل ہوتے ہیں۔ اِسی لیے آٹھ صدیوں پرانی کتاب ''ہدایہ'' کے مقابلہ میں آج کے جدید قوانین کچھ حیثیت نہیں رکھتے جس کا اِعتراف خود گورنر موصوف کر چکے ہیں۔

خدا کرے کہ مسلمانوں کو اپنے دین کے قوانین کی قدر و منزلت کا اِحساس ہو جائے تا کہ وہ اپنے ملکوں میں اِس کو نافذ کر کے چھنی ہوئی عالمگیریت (New World Order) کو واپس لے کر پھر سے پورے عالم کی قیادت کر سکیں۔

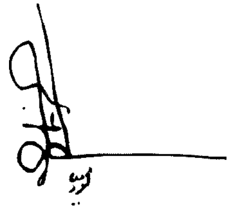

﴿ حمد باری تعالیٰ ﴾

تیرا بندہ تیری توصیف و ثنا کرتا ہے
میرا ہر سانس تیرا شکر اَدا کرتا ہے
تیرے آگے میری جھکتی ہوئی پیشانی سے
میری ہر صبح کا آغاز ہوا کرتا ہے
رِزق پہنچاتا ہے پتھر میں چھپے کیڑے کو
اَور سوکھی ہوئی شاخوں کو ہرا کرتا ہے
گیت گاتی ہیں بہاریں بھی تیری قدرت کے
سینۂ سنگ سے جب پھول کِھلا کرتا ہے
بڑا ناداں ہے تجھے دُور سمجھنے والا
تو رگِ جان سے بھی نزدیک رہا کرتا ہے

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

حضرتِ اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اَور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے۔ (آمین)

دوبارہ زندگی پہلی پیدائش سے مشکل نہیں
اللہ ''یکتا'' ہے کوئی اُس کا ہمسر نہیں۔ موت کے بعد پھر زندہ ہونا ہے

﴿ تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 74 سائیڈ A 1987 - 08 - 09)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہ وَاَصْحَابِہ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حق تعالیٰ نے اَنبیاءِ کرام کے ذریعے تمام چیزیں بتلائی ہیں اَخلاق کے متعلق بھی ہیں، ایک دُوسرے سے معاملات کے متعلق بھی ہیں، عبادات کے متعلق، عقائد کے متعلق یہ تمام چیزیں بتلائیں اَور گفتگو میں بعض بے اِحتیاطیاں کرتے ہیں لوگ، سمجھ کی غلطی ہوتی ہے اُن میں بھی بے اِحتیاطیوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

یہاں حدیث شریف میں آیا ہے کَذَّبَنِی ابْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ ذَالِکَ اِنسان نے مجھے جھٹلایا اَور اُسے یہ حق نہیں تھا، یہ کون کہتا ہے ؟ حق تعالیٰ فرماتے ہیں

وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ ذَالِکَ اُس نے مجھے برا کہا اَور ایسے جیسے بہت ہی برا لگے جیسے گالی ہو وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ ذَالِکَ اِنسان کو یہ حق نہیں تھا۔

اللہ کو جھٹلانا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِن دونوں جملوں کی وضاحت میں کہ فَاَمَّا تَکْذِیْبُہٗ اِیَّایَ اِنسان نے جو مجھے جھٹلایا ہے اُس کا مطلب کیا ہے ؟ اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ کَمَا بَدَأَنِیْ اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ نہیں اُٹھائیں گے، مرنے کے بعد قصہ ختم ہوجائے گا یہ گویا اُس نے میری بات کو جھٹلایا۔ اَور یہ بہت بڑی بنیاد ہے تمام اَعمال کی نیکیوں کی بنیاد آخرت کا عقیدہ ہے اَگر آخرت پر اِعتقاد ہو اَور اِیمان ہو تو بہت سے گناہ اِنسان نہیں کرتا بچ جاتا ہے تو یہ جو فرمایا کہ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ کَمَا بَدَأَنِیْ اِنسان یہ کہتا ہے کہ ہرگز مجھے وہ نہیں لوٹائے گا جیسے اُس نے مجھے پیدا کیا ہے۔

حق تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَھْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِہٖ عقل سے بھی سمجھ سکتا ہے آدمی کہ پہلی دفعہ جو پیدا فرمایا ہے اِنسان کو تو پہلی دفعہ کام مشکل ہوا کرتا ہے دوبارہ کرنا مشکل نہیں ہوتا عقلی طور پر سمجھ میں آتی ہے یہ بات تو پہلی دفعہ پیدا کرنا اَور دوبارہ اُس کو اُٹھانا اِن دونوں میں آسان کون سا ہے ؟ تو دوبارہ اُٹھانے میں کیا مشکل بات ہے جب اُس نے پیدا فرمایا ہے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ دوبارہ اُٹھا سکتا ہے اَور اُس نے فرمایا میں دوبارہ اُٹھاؤں گا اَور حساب ہوگا اَعمال پیش ہوں گے۔

اللہ کو گالی دینا :

دُوسری بات وَاَمَّا شَتْمُہٗ اِیَّایَ اِنسان جو مجھے برا کہتا ہے جو مجھے بری لگتی ہے بات جیسے گالی کسی کو بری لگتی ہو وہ یہ ہے کہ اِتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا اللہ کا بیٹا ہے تو اللہ کے بیٹے ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اُس کے بیوی بھی ہے اَور بیوی ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ محتاج ہے بیوی کا محتاج ہے بیوی کی ضرورت ہے اُسے جبکہ وہ ایسا ہے کہ اُس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے خود اُس کو، اُس کی ذات کو کسی چیز کی ضرورت نہیں اَور سب اُس کے محتاج ہیں۔ ''اللہ'' اُس ذات کو کہتے ہیں کہ جسے کسی چیز کی ضرورت نہ ہو اَور سب اُس کے محتاج ہوں وہ ''اللہ'' ہے۔

تو یہ جو وہ کہتا ہے اِس طرح سے اِتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا حالانکہ میں یکتا ہوں میں بے نیاز ہوں

وَاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ اَور " صَمَدُ " کے معنٰی بہت وسیع ہوتے ہیں اَلَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ میری ذات وہ ہے کہ نہ میں نے پیدا کیا ہے کسی کو نسلی طور پر اَور نہ میں نسلی طور پر پیدا ہوا ہوں جیسے تناسل ہوتا ہے بلکہ میں خود بخود ہوں وَلَمْ یَکُنْ لِّیْ کُفُوًا اَحَدٌ [1] اَور میرا کوئی ہمسر نہیں۔

" کُفُوْ " ہمسر کو کہتے ہیں جیسے فلاں خاندان فلاں خاندان کے برابر ہے اُس کا کفو ہے اُن میں بیاہ شادیاں ہوتی ہیں آپس میں، وہ ہم پلہ ہیں (تو فرمایا کہ) وہ بات میرے ساتھ کسی کی بھی نہیں ہے۔

دُوسرے کلمات اِسی حدیث شریف کے حضرت عبداللہ اِبن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ یہ ہیں کلمات فَقَوْلُہٗ لِیْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِیْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَۃً اَوْ وَلَدًا [2] جو مجھے گالی دینا ہے برا کہنا ہے گالی کے برابر، وہ یہ ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرا بیٹا ہے کوئی میرے اَولاد ہے کوئی وَسُبْحَانِیْ اَور میری ذات پاک ہے بہت برتر ہے بہت بالا ہے اِن چیزوں سے اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَۃً کہ میرے کوئی بیوی ہو اَوْ وَلَدًا یا اَولاد ہو یہ سب محتاجوں کے کام ہیں۔ اِنسان تو ہے محتاج ٹھیک ہے اُس کو بیوی کی بھی ضرورت ہے پھر بچوں کی بھی ضرورت ہے پھر ترکہ کے سنبھالنے کے لیے بچوں کی ضرورت ہے پتہ نہیں کس کس چیز کے لیے ضرورت سوچتا ہے تو یہ تو اِنسان کے لیے ہے جو فانی ہے، جو ہمیشہ سے ہے اَور ہمیشہ تک ہے اُس کے لیے تو یہ بات نہیں ہوسکتی۔

تو حق تعالیٰ نے یہ عقیدہ اَنبیاءِ کرام کے ذریعہ پہنچایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے وہ یکتا ہے وہ اَکیلا ہے وہ ہمیشہ سے ہے سب کو اُس نے پیدا فرمایا اَور وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا۔

اَور اِسی طرح سے یہ عقیدہ کہ حق تعالیٰ دوبارہ اُٹھائیں گے اِنسان کو اَور اُس کا حساب ہوگا جس طرح پہلی دفعہ پیدا ہوا ہے اِسی طرح دوبارہ حق تعالیٰ زندگی عطا فرمائیں گے اَور خدا کے سامنے پیش ہوگا، یہ دو عقیدے اِس حدیث شریف میں بتلائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِسلام پر اِستقامت دے اَور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا........

---

[1] مشکٰوۃ کتاب الایمان رقم الحدیث ۲۰ و بخاری شریف کتاب التفسیر رقم الحدیث ۴۹۷۴

[2] مشکٰوۃ کتاب الایمان رقم الحدیث ۲۱ و بخاری شریف کتاب التفسیر رقم الحدیث ۴۴۸۲

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۶۲

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

سیکولر اِزم اَور قادیانیت

مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ملک کی وہ سب جماعتیں جو سیکولر نظام کی داعی ہیں قادیانیوں کے بارے میں واضح اَلفاظ اِستعمال کرنے میں مشکل محسوس کر رہی ہیں اِس لیے ایسی جماعتوں سے میری گزارش ہے کہ وہ اِن چند حقائق پر غور کریں۔

☆ ایک حد تک اِسلام بھی دُوسرے مذاہب کو سیکیورٹی مہیا کرتا ہے اُنہیں تحفظ دیتا ہے۔ اُنہیں اَپنے اَپنے طریقوں پر اَپنی اَپنی عبادت گاہوں میں عبادات اَدا کرنے کی اِجازت دیتا ہے۔ اُن سے جزیہ کی بہت ہی قلیل رقم لے کر اُن کے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ لیکن یہ اِجازت نہیں دیتا کہ کوئی یہودی، نصرانی، مجوسی، صابی یا بت پرست اِسلام پر حملہ آور ہو۔ اَگر کوئی ایسا کرے گا تو اُس سے فوراً مواخذہ کیا جائے گا اَور پھر اُس کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری نہیں لی جائے گی نہ اُس سے پھر جزیہ لیا جائے گا۔

☆ اِسلامی قوانین کی رُو سے کسی ایسی قوم سے بھی جزیہ نہیں لیا جا سکتا جو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد کسی نبوت کے دعویدار کی پیروکار ہو، نہ ہی سیّدنا صدیق اَکبر رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں سے جزیہ لیا نہ اُنہیں اَپنی رعایا میں داخل فرما کر حدودِ مملکتِ اِسلامیہ میں رہنے کا حق دیا۔

یہی اُس دَور کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسلک رہا ہے لہٰذا اِن کے بعد سے غلام اَحمد قادیانی اَور

اَنگریزی حکومت کے زمانہ تک حدودِ سلطنتِ اِسلامیہ میں کسی مدعیٔ نبوت کا وجود ہی نہیں ملتا کہ کسی نے نبوت کا دعوی کیا ہو اَور اُسے کسی نے نبی تسلیم کیا ہو۔

☆ مرزا غلام اَحمد قادیانی نے (جو خود کو حکومتِ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا لکھتا ہے) اَنگریزی اِستعمار کے دَور میں نبوت کا دعوی کیا، تقسیمِ ہند کے بعد اِس کی اَولاد میں ایک شاخ پاکستان میں آگئی اُس نے ''ربوہ'' [1] کو اَپنا مستقر بنالیا۔

☆ اِسلام کی رُو سے ایسے لوگ جو جنابِ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی مدعیٔ نبوت کو سچا مانتے ہوں اَور اُن کا مقتداء جو نبوت کا دعوی کر رہا ہو اِسلام پر حملہ آور شمار ہوں گے، اُن کی اِس حرکت کو ظاہر ہے کوئی کلمہ گو جائز نہیں سمجھے گا اَور سیکولر اِزم کی حامی کوئی مسلمان جماعت اِس تعدی (سرکشی) کی اِجازت نہیں دے گی، نہ ایسے فرقہ کے تحفظ کی ذمہ داری لے کر خود کو اُلجھن اَور گناہ میں مبتلا کرنے اَور ملک میں کشاکش و بداَمنی جاری رکھنے کی رَوادار ہوگی۔

اِس لیے اُن تمام جماعتوں سے جو سیکولر نظام کی حامی ہیں، میری گزارش ہے کہ اِن حقائق پر غور فرما کر آئندہ دوٹوک فیصلہ کن الفاظ اِستعمال فرمائیں۔

قادیانیوں کو تحفظ نہ دینا عین اِنصاف ہے اَور سیکولر اِزم اِنصاف (برابری) کا متقاضی ہے کیونکہ قادیانیت کسی مذہب کا نام نہیں بلکہ اِسلام اَور جنابِ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ پاک پر ''حملہ آور'' ایک گروہ کا نام ہے جس طرح یہ جماعتیں کسی ''ڈاکو'' کو تحفظ نہیں دے سکتیں اِسی طرح اِن ''مذہبی جفاکار ڈاکوؤں'' کو کیسے تحفظ دیں گی۔ اِس لیے سیکولر اِزم کی حامی جماعتیں آئندہ اِن کے تحفظ کی بات نہ کریں۔

حامد میاں غفرلہٗ

۱۱؍ مئی ۱۹۸۴ء

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور نمبر ۲

---

[1] مجلس تحفظ ختم نبوت کی کوششوں سے گزشتہ کئی سال پہلے اُن کے رکھے ہوئے اِس نام کو سرکاری طور پر بدلوا کر ''چناب نگر'' کردیا گیا۔

قسط : ۳۵

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنی کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری ﴾

فاضل دارُالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنی

چراغِ محمد ﷺ کی چند شعائیں یعنی ملفوظات شیخ الاسلام

حکایاتِ صالحین :

(۱) ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کرتپور تشریف لائے مفتی سعید اللہ صاحب سے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اِرشاد فرمایا : حضرت گنگوہی نے اِرشاد فرمایا ہے کہ سہارنپور میں حکیم اللہ نامی ایک بزرگ تھے اُن کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے اَور عرض کیا میں عنقریب حیدر آباد دَکن جا رہا ہوں جناب مولانا حکیم اللہ صاحب نے اِرشاد فرمایا ہے دیکھو ! جب تمہارا گزر فلاں شہر سے ہو تو وہاں شہر سے باہر ایک مٹھ میں ایک بزرگ صاحب رہتے ہیں۔ اُن سے میرا اسلام کہہ دینا۔

جب یہ مسافر اُس شہر کے بتائے ہوئے مقام پر پہنچے تو دیکھا ایک مٹھ بنا ہے اُس کے گرد بہت جوگی ہاتھوں میں بت لیے اُن کی پوجا میں مصروف ہیں، اِس نو وارِد مسافر کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اَور اُن جوگیوں سے کہا کہ اَپنے جوگی گرو کے پاس یہ خبر پہنچا دو کہ سہارنپور سے فلاں آدمی کے پاس سے ایک قاصد آیا ہے اَور آپ سے مِلنا چاہتا ہے۔ جوگیوں نے کہا کہ ہماری اِتنی ہمت نہیں ہے وہاں تک پہنچ سکیں، ہاں اَلبتہ آپ کا پیغام ڈیوڑھی کے جوگیوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں وہ اَندر خبر پہنچا دیں گے۔

چنانچہ بزرگ صاحب کو جب یہ خبر مِلی تو مسافر کو اَندر بلا لیا، مسافر نے جا کر دیکھا ایک بزرگ نورانی صورت سفید ریش مصلّے پر بیٹھے ہیں اَور رحل پر قرآن شریف رکھے ہوئے تلاوت فرما رہے ہیں

چنانچہ اِس مسافر کو یہ دیکھ کر حد سے زیادہ تعجب ہوا اَور عرض کیا حضرت ! یہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا تب اُس بزرگ صاحب نے فرمایا بھائی! یہ تمام علاقہ کفرستان ہے یہاں اِعلانیہ تبلیغ دین کرنا نہایت ہی دُشوار ہے لہٰذا میں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ اِن لوگوں کو میں نے مختلف وظائف بتا رکھے ہیں، یہاں سے بیٹھے بیٹھے ہر ایک پر توجہ ڈالتا رہتا ہوں اِن میں سے ہر ایک کو ہدایت ہے کہ وہ اَپنی حالت کسی سے بیان نہ کریں چنانچہ اِن کی جتنی اِصلاح ہو جاتی ہے اُس کو اُتنا ہی قریب بلا لیتا ہوں یہ جو تمہارے سامنے بیٹھے ہیں سب مسلمان ہیں کچھ دِنوں اِن کو یہاں رکھ کر دُوسرے دَروازے سے باہر نکال دُوں گا، اِسی طرح سے جب تک میری زندگی باقی رہے گی تبلیغ کا یہ سلسلہ باقی رہے گا۔

اِس کے بعد حضرتؒ نے ٹھنڈا سانس لیا اَور فرمایا کہ ایک یہ حضرات تھے کہ جنہوں نے اِتنی مشقت سے اِسلام پھیلایا ایک ہم ہیں کہ اِسلام پھیلانا تو دَرکنار اِس کی حفاظت بھی نہیں کر پاتے۔

(۲) ایک مرتبہ درس بخاری شریف میں اِرشاد فرمایا کہ ایک حاجی صاحب مدینہ منورہ پہنچے اَور یہ کہہ دیا کہ ''مدینہ منورہ کا دہی کھٹا ہوتا ہے'' رات کو جنابِ رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لائے اَور اِرشاد فرمایا کہ جب مدینہ کا دہی کھٹا ہوتا ہے تو آپ یہاں کیوں تشریف لائے یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ صاحب جب بیدار ہوئے تو بہت گھبرائے لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے کہ اَب کیا کروں ؟ کسی صاحب نے فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر دُعا کرو ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم فرمائے چنانچہ یہ صاحب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر گئے اَور رو رو کر دُعائیں کیں۔ رات کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خواب میں تشریف لائے اَور فرمایا مدینہ منورہ سے چلے جاؤ ورنہ اِیمان کا خطرہ ہے۔ اِس کے بعد حضرتؒ نے اِرشاد فرمایا مدینہ منورہ کی چیزوں میں ہرگز عیب نہ نکالنا چاہیے بلکہ وہاں کی مصیبتوں کو خوشی سے برداشت کرنا چاہیے، مدینہ منورہ کے باشندوں کا اِحترام کرنا چاہیے اَگر اُن کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اُس کو ہنسی خوشی برداشت کرنا چاہیے۔

(۳) درسِ بخاری شریف میں اِرشاد فرمایا کہ ایک دِن حضرت خواجہ باقی باللہ صاحبؒ کے یہاں چند مہمان آگئے، خواجہ صاحب کہیں باہر تشریف لے گئے تھے گھر میں کھانے کے لیے کچھ موجود

نہ تھا جس کی وجہ سے خادمہ پریشان تھی اَور زیادتی ٔ پریشانی کے باعث کبھی اَندر جاتی اَور کبھی باہر آتی، اِس حالت کو سامنے دُکان پر بیٹھا ایک نانبائی بھی دیکھ رہا تھا چنانچہ قیاس سے دَریافت کیا کہ پریشانی کھانا نہ ہونے کی وجہ سے ہے فوراً ہی ایک خوان میں کھانا لگا کر کھانا خواجہ صاحب کے گھر بھیج دیا جس کو گھر والوں اَور مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا، شام کو جب خواجہ صاحب تشریف لائے تو تمام حالات اَور نانبائی کی خدمت معلوم ہوئی چنانچہ خواجہ صاحب نے نان بائی کو پاس بلایا اَور فرمایا کہ

مانگ کیا مانگتا ہے ؟

نانبائی نے عرض کیا پہلے آپ وعدہ کریں کہ جو کچھ میں مانگوں گا وہ آپ عنایت فرمائیں گے۔

خواجہ صاحبؒ نے وعدہ کیا جو کچھ مانگے گا وہی دیا جائے گا۔

نانبائی نے عرض کیا : تو اَچھا مجھے آپ اَپنے جیسا بنالیں۔

خواجہ صاحبؒ نے فرمایا : یہ سوال تو نے ٹھیک نہیں کیا، یہ چیز تیرے مناسب نہیں ہے۔

نانبائی نے عرض کیا : کچھ بھی ہو آپ مجھے اَپنے جیسا بنالیں۔

بہرحال خواجہ صاحبؒ نانبائی کو اَندر لے گئے اَور توجہ ڈالی، تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ حجرے سے ایک ہی شکل کے دو صاحب (خواجہ باقی باللہ) نکل رہے ہیں مگر اَصلی اَور نقلی میں یہ فرق تھا کہ نانبائی مدہوش تھا اَور خواجہ صاحب باہوش تھے۔ تیسرے دِن نانبائی کا اِنتقال ہو گیا۔

اِس کے بعد حضرتؒ نے اِرشاد فرمایا اِس کا نام ''توجہ'' ہے اَور فرمایا کام کرو محض بزرگوں کی توجہ پر تکیہ لگا کر نہ بیٹھو، توجہ سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ اَفضل نہیں ہوتی، فضیلت محنت اَور مشقت سے حاصل کرنے میں ہے۔

(۴) درسِ بخاری شریف میں اِرشاد فرمایا: حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت باقی باللہ صاحبؒ کے مرید اَور خلیفہ ہیں، ایک مرتبہ حضرت مجدد صاحبؒ حج کے اِرادے سے چلے، خیال آیا کہ چلو دہلی میں بزرگوں سے ملاقات کرتے چلیں چنانچہ جب دہلی کے تمام بزرگوں سے ملاقات کر چکے تو آخر میں خواجہ صاحبؒ کے پاس گئے اَور عرض کیا کہ حضرت! بیت اللہ کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں دُعا فرمائیے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا : بابا ! بیت اللہ کی زیارت کے لیے تو جاتے ہو، صاحبِ بیت کی زیارت کیوں نہیں کر لیتے ! عرض کیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے ؟ خواجہ صاحب ؒ نے فرمایا چند دِن یہاں قیام کیجیے چنانچہ حضرت مجدد صاحب ؒ ٹھہر گئے۔ خواجہ صاحب ؒ نے اُن کو بیعت کیا اَور چالیس دِن کے بعد خرقۂ خلافت عنایت فرما کر رُخصت کر دیا۔

(۵) ایک مجلس میں حضرت ؒ نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جیسا گمان رکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے۔ اَور اِرشاد فرمایا کہ کسی بزرگ نے حالتِ جذب اَور شوق میں عہد کیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ اَپنے ہاتھ سے نہ کھلائے گا نہ کھاؤں گا چنانچہ جب دو تین دِن بغیر کھائے ہوئے ہو گئے تو لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوا اَور لوگوں نے اِصرار کرنا شروع کیا آخر وہ بزرگ تنگ آکر چل دیے۔ راستہ میں ایک دریا کو پار کرنا تھا جب بیچ دریا میں پہنچے تو دیکھا کہ پانی کی سطح پر دو روٹیاں بہتی آرہی ہیں، یہ بزرگ صاحب سمجھ گئے کہ یہی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اِس میں کسی کے فعل کو کوئی دَخل نہیں ہے چنانچہ فورًا ہی ہاتھ بڑھا کر روٹیاں کھانا شروع کر دیں، فورًا ہی ہاتفِ غیبی نے ندا دی کمبخت ! اگر تھوڑی دیر صبر کرتا تو پانی سے ایک ہاتھ نمودار ہوتا جو تجھے کھانا کھلاتا۔

(۶) درسِ بخاری شریف میں اِرشاد فرمایا: مرزا محمد مظہر جانِ جاناں نہایت نازک مزاج بزرگ تھے اللہ تعالیٰ نے اِن کو اِلہام فرمایا کہ اگر تم ہمارا تقرب چاہتے ہو تو فلاں محلّہ میں فلاں عورت رہتی ہے اُس سے اَپنا نکاح کرو ہم نوازیں گے چنانچہ مرزا صاحب ؒ نے فورًا ہی اُس عورت سے نکاح کرلیا، عورت نہایت تندخو اَور تیز مزاج تھی۔ جب مرزا صاحب ؒ گھر جاتے تو پیچھا لینا شروع کر دیتی اَور ایک سانس میں بہتّر سناتی، مرزا صاحب ''ٹک ٹک دِیدم، دَم نہ کشیدم'' کا منظر بنے رہتے۔

مرزا صاحب ؒ نے ایک مرید کی ڈیوٹی لگادی کہ روزانہ صبح کو دولت کدہ پر جا کر بیوی صاحبہ کی مزاج پرسی کرے اَور مرزا صاحب ؒ کا سلام پیش کرے۔ ایک دِن اِتفاق سے ایک ولایتی طالب علم پہنچ گیا اَور حسبِ دستور مزاج پرسی کی، بیوی صاحبہ نے گالیاں دینا شروع کیں ولایتی مرید نے فورًا ہی ڈانٹ پلائی کہ خبردار! اگر زبان نکالی تو گردن اُڑا دُوں گا پھر کیا تھا بیوی صاحبہ آگ بگولہ ہو گئیں اَور

شور ہونا شروع ہو گیا محلّہ کے آدمی جمع ہوئے شور کی آواز سن کر مرزا صاحب مسجد سے تشریف لے آئے ولایتی مرید کو سمجھا بجھا کر لے گئے۔

(۷) آپ نے اِرشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحبؒ کے پاس دہلی کے بادشاہ سلامت تشریف لائے تھوڑی دیر بیٹھے، بادشاہ سلامت کو پیاس لگی اَور پانی مانگا۔ مرزا صاحبؒ کے پاس اُس وقت کوئی خادم نہ تھا، فرمایا گھڑے میں سے پانی لے کر پی لیجئے، بادشاہ نے پانی پیا اَور کٹورہ ترچھا رکھ کر ڈھک دیا تھوڑی دیر تک تو مرزا صاحبؒ ترچھی نگاہوں سے دیکھتے رہے پھر خود اُٹھ کر کٹورے کو سیدھا کر کے ڈھکا اَور بادشاہ صاحب سے فرمایا : آپ حکومت ہی کیا کرتے ہوں گے جبکہ آپ کو گھڑا ہی ڈھکنا نہیں آتا۔

(۸) درسِ بخاری شریف میں اِرشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک عورت مرزا صاحبؒ کی خدمت میں ایک رضائی لائی اَور ہدیہ کی، رات کو مرزا صاحبؒ اُسی رضائی کو اَوڑھ کر سوئے، صبح کو اُٹھ کر فرمایا آج رات بالکل نیند نہیں آئی اِس وجہ سے کہ رضائی میں نگندے سیدھے نہ تھے بلکہ بے ترتیب پڑے ہوئے تھے۔

(۹) درسِ بخاری شریف میں اِرشاد فرمایا کہ سب لوگ بزرگی کے قائل آسانی سے ہو جاتے ہیں مگر بیوی نہیں ہوتی۔ ایک بزرگ صاحب نے ایک دِن یہ کیا کہ اَپنے مکان کے اُوپر سے اُڑتے ہوئے گزرے اَور شام کو جب گھر پہنچے تو بیوی صاحبہ نے کہا کہ ایک آپ بزرگ بنتے ہیں اَور ایک بزرگ صاحب کو آج ہم نے دیکھا ہے کہ اُڑتے ہوئے جا رہے تھے۔ میاں صاحب نے غنیمت سمجھا اَور فرمایا کہ وہ میں ہی تھا، بیوی صاحبہ نے فوراً ہی جواب دیا : اچھا جب ہی ترچھے اُڑ رہے تھے۔

(۱۰) بخاری شریف کے ختم کے موقع پر اِرشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بارات میں باجا بج رہا تھا اُس باجے کی آواز سن کر حضرت گنگوہیؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، کسی نے رونے کا سبب دَریافت کیا تو اِرشاد فرمایا میرے کانوں میں سنت کے خلاف باجے کی آواز آگئی، اِس کے بعد حضرتؒ نے اِرشاد فرمایا : حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے مزارِ مقدس کے خاکِ پاک

سُرمہ میں مِلا کر آنکھوں میں لگایا کرتے تھے اَور مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ہاون دستہ میں کُٹوا کر رکھ لیا کرتے تھے جس کو ناشتے میں تناول فرمایا کرتے تھے۔ حضرتؒ نے اِس کے بعد اِرشاد فرمایا : ایک دفعہ میں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک رُومال پیش کیا تو فوراً حضرتؒ نے سر اَور آنکھوں سے لگا لیا۔ میں نے عرض کیا حضرت ! یہ رُومال تو ہندوستان سے بن کر وہاں جاتا ہے، اِرشاد فرمایا : اِس رُومال کو دیارِ حبیب ﷺ کی ہوا لگی ہے اِس وجہ سے محترم ہے۔ اِس کے بعد حضرتؒ نے اِرشاد فرمایا یہ وہ حضرات ہیں جن کو بریلوی حضرات کافر کہتے ہیں۔

(۱۱) ایک مرتبہ درسِ بخاری شریف میں ایک طالب علم نے سوال کیا، کیا وجہ ہے کہ مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی حقہ پیتے تھے حالانکہ حقہ پینا مکروہ ہے۔ حضرتؒ نے جواب میں اِرشاد فرمایا کہ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی آپ کی طرح حقہ نہیں پیتے تھے کہ آپ لوگوں کا حقہ مہینوں تازہ نہیں کیا جاتا ہے بلکہ حُق چیوں کا کہنا ہے کہ جتنا پانی سڑا ہوگا تمبا کو لے دَار آئے گا، آپ لوگ بدبو میں لَے تلاش کرتے ہیں اَور پاخانہ میں بیڑیاں پیتے ہیں۔

مولانا فضلِ رحمٰن صاحب کا حقہ ہر چلم پر تازہ بھی ہوتا تھا اَور بدلا بھی جاتا تھا اَور تمبا کو بھی لکھنؤ کا خوشبودار خمیرہ ہوتا تھا اُس زمانے میں تین پیسے میں حقہ، نیچہ، چلم تینوں چیزیں مِل جاتی تھیں اِسی وجہ سے مولانا فضلِ رحمٰن صاحبؒ کے مریدین ہدایا میں یہی چیزیں لاتے تھے۔

(۱۲) ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا جوالا پور راجہ کے یہاں اَولاد پیدا نہیں ہوتی تھی راجہ بوڑھا ہو چلا تھا لوگوں نے راجہ کو خبر دی کہ فلاں جگہ ایک فقیر رہتا ہے اُس سے دُعا کرائی جائے، راجہ فقیر کے پاس گیا اَور جا کر اَولاد کے لیے دُعا چاہی۔ فقیر نے کہا اَگر تمہارے یہاں لڑکا پیدا ہو تو پہلا لڑکا فقیر کو دوگے راجہ نے وعدہ کیا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد راجہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا فقیر حسبِ وعدہ راجہ کے مکان پر گیا اَور لڑکا طلب کیا۔ راجہ نے اَولاً تو بہانہ کرنا چاہا تب فقیر نے کہا دیکھو ! جس نے تم کو لڑکا دیا ہے وہ لینا بھی جانتا ہے۔ راجہ نے ڈر کی وجہ سے لڑکا فقیر کے سپرد کر دیا، فقیر نے لڑکے کو اِسلامی تعلیم دی چنانچہ اُس لڑکے سے مسلمان اَولاد پیدا ہوئی اَور راجہ کے دُوسرے لڑکوں سے ہندو اَولاد پیدا ہوئی۔ اِس کے

بعد جناب سیّد اَحمد شاہ صاحب (مجاز شیخ الاسلامؒ) نے حضرت سے سوال کیا حضرت ! اَب ایسا کیوں نہیں ہوتا تو حضرتؒ نے اِرشاد فرمایا : اَب ایسی رُوحانیت والے حضرات پیدا نہیں ہوتے۔

(۱۳) مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرتؒ کے یہاں جالندھر سے مولانا حیات اللہ صاحب تشریف لائے، جب دَسترخوان پر شریکِ طعام ہوئے تو جلدی سے کھانا کھا کر فارغ ہوگئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ دیکھیے میں ہندوستانی ہوکر بھی آپ سے زیادہ دیر تک کھانا کھا رہا ہوں اَور آپ تو پنجابی ہیں! مولانا حیات اللہ صاحب نے فرمایا حضرت! اَحادیث میں کم کھانے کی فضیلت آئی ہے۔ تب حضرتؒ نے اِرشاد فرمایا : ایک صاحب نے کسی بزرگ سے ملاقات کی غرض سے گئے جب اُن کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے دُنبے بندھے ہوئے ہیں، اُس نو وَارِد مسافر نے دَریافت کیا کہ یہ دُنبے کیوں بندھے ہوئے ہیں ؟ جواب مِلا پیر صاحب اِن کو کھاتے ہیں اَور ایک دُنبے تنہا کھالیتے ہیں۔ اِس مسافر کو بہت اَفسوس ہوا کہ خواہ مخواہ اِس کھاؤ پیر کے لیے اِتنی دُور دَراز سے مشقتیں برداشت کیں، بہرحال جوں توں شام کی جب دَسترخوان بچھا تو سالم دُنبہ پیر صاحب نے کھالیا تب تو مسافر کی حیرت کی اِنتہا نہ رہی لیکن جب رات ہوئی تو بزرگ صاحب نے عشاء کی نماز کے بعد جو تہجد کی نماز کے لیے نیت باندھی تو کھڑے کھڑے صبح کردی، اِس نو وَارِد مسافر کو اَپنی بدگمانی پر ندامت ہوئی اَور توبہ کی۔

(۱۴) درسِ بخاری شریف میں حضرتؒ نے اِرشاد فرمایا ایک مرتبہ اِمام شافعیؒ اِمام اَحمد بن حنبلؒ کے یہاں مہمان ہوئے (اِمام اَحمد بن حنبلؒ اِمام شافعیؒ کے شاگرد ہیں) جب دَسترخوان بچھا تو خوب شکم سیر ہوکر کھانا کھایا۔ اِمام اَحمد بن حنبلؒ کی چھوٹی صاحبزادی کو بہت حیرت ہوئی لیکن باپ کے خوف سے خاموش رہی جب رات ہوئی تو صاحبزادی نے لوٹے میں پانی بھر کر مصلے کے قریب رکھ دیا لیکن اِمام شافعیؒ رات کو تہجد کے لیے نہ اُٹھے اَور صبح کی نماز کے لیے بغیر وضو کے چلے گئے (اُن دِنوں مساجد میں وضو کا اِنتظام نہ ہوتا تھا) اَب تو صاحبزادی سے نہ رہا گیا۔ والد محترم سے سوال کرلیا کہ مجھے کچھ

شکوک ہیں اِن کو دفع کیجیے، اَوّل یہ کہ اِمام شافعیؒ نے کھانا سنت کے خلاف بہت زیادہ کھالیا، دوم یہ کہ تہجد کی نماز کے لیے نہیں اُٹھے، سوئم یہ کہ صبح کی نماز کو بغیر وضو کیے چلے گئے۔

اِمام اَحمدؒ نے اِن تینوں سوالوں کو اِمام شافعیؒ کی خدمت میں جا کر عرض کر دیا۔ اِمام شافعیؒ نے صاحبزادی کو بلا کر اِرشاد فرمایا دیکھو ! کھانا تو اِس وجہ سے زیادہ کھایا کہ آنحضرت ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے حلال کھانے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے اَور اِس وقت رُوئے زمین پر تمہارے والد سے زیادہ حلال کھانے والا کوئی نہیں ہے۔ اَور رات کو تہجد کے لیے اِس وجہ سے نہیں اُٹھا کہ ایک حدیث ذہن میں آگئی تھی جس سے رات بھر میں نے سو مسائل اِستنباط کیے ہیں لٰہذا تمام رات جاگتے ہوئے گزری۔ اَور صبح کی نماز کے لیے اِس وجہ سے وضو نہ کیا کہ ضرورت نہ تھی کیونکہ میں سویا ہی نہیں تھا، یہ سن کر لڑکی کو ندامت ہوئی اَور معافی چاہی۔

(١٥) بخاری شریف کے دَرس میں اِرشاد فرمایا کہ پیرزادے بہت زیادہ آرام طلب ہوتے ہیں، باپ کی پیری پر بھروسہ کیے بیٹھے رہتے ہیں۔ اِس کے بعد اِرشاد فرمایا حضرت شاہ بوسعید گنگوہیؒ نظام الدین بلخیؒ کی خدمت میں بیعت ہونے کی غرض سے بلخ پہنچے۔ شاہ صاحب کو جب صاحبزادے کے آنے کی اِطلاع مِلی تو شہر سے ایک میل باہر اِستقبال کے لیے حاضر ہوئے اَور ساتھ لے جا کر بہت اِعزاز سے رکھا اَور بہت خاطر مدارت کی، کچھ دنوں کے بعد شاہ بوسعید گنگوہیؒ نے اِجازتِ مراجعت طلب کی تو شاہ نظام الدین بلخیؒ نے کئی ہزار اَشرفیاں نذرانہ میں پیش کیں تب حضرت شاہ بوسعید گنگوہیؒ نے فرمایا حضرت میں تو اِس لیے حاضر نہیں ہوا تھا بلکہ میں تو آخرت کی دولت حاصل کرنے حاضر ہوا تھا بس اِتنا سننا تھا کہ حضرت نظام الدین بلخیؒ نے تیوری چڑھا کر حکم فرمایا اچھا جا اَصطبل میں گھوڑوں کی خدمت کر اَور حمام جھونک، شاہ بوسعید گنگوہیؒ نے تعمیل حکم کی اَور چار ماہ تک یہ خدمت اَنجام دیتے رہے۔

جب چار ماہ گزر گئے تو حضرت نظام الدین بلخیؒ نے بھنگن کو حکم دیا کہ طنبیلہ کے فلاں خادم کے پاس ہو کر گزرنا چنانچہ بھنگن نے تعمیل حکم کی اَور حضرت بوسعید گنگوہیؒ کے قریب ہو کر گزری تب حضرت بوسعید گنگوہیؒ نے فرمایا کیا بتاؤں گنگوہ نہ ہوا، ورنہ تجھے مزا چکھا دیتا۔

بھنگن نے تمام ماجرا حضرت نظام الدینؒ سے جا کر بیان کر دیا، حضرت نظام الدینؒ نے فرمایا ہاں اَبھی صاحبزادگی باقی ہے پھر چار ماہ تک رگڑا۔ اِس کے بعد پھر اُسی بھنگن کو حکم دیا کہ دیکھ اِس مرتبہ تھوڑا سا پاخانہ بھی اُس پر گرا دینا۔ بھنگن نے ایسا ہی کیا کہ کچھ پاخانہ حضرت بوسعید گنگوہیؒ پر گرا دیا۔ اِس مرتبہ بوسعید گنگوہیؒ نے صرف غصہ کی آنکھ اُٹھا کر چھوڑ دیا اَور پھر کچھ نہ فرمایا۔

بھنگن نے حقیقتِ حال جا کر عرض کر دی۔ حضرت نظام الدینؒ نے فرمایا اَبھی کسر ہے پھر چار مہینے تک رگڑا اَور اُس کے بعد بھنگن کو بلایا کہ دیکھ اِس مرتبہ پاخانہ کا ٹوکرا اُوپر لوٹ دینا اَور خود بھی گر پڑنا چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا۔ حضرت بوسعید گنگوہیؒ جلدی سے اُٹھے اَور فرمانے لگے بچاری کو چوٹ لگ گئی ہے اَور جلدی جلدی سے پاخانہ ٹوکرے میں بھر دیا۔ بھنگن نے تمام ماجرا جا کر حضرت نظام الدینؒ سے عرض کر دیا اَب حضرت نظام الدینؒ نے فرمایا کہ اَب حضرت بوسعیدؒ کامل ہو گئے۔

چنانچہ خادم کی معرفت کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلیں گے چنانچہ بوسعید گنگوہیؒ شکاری کتے ساتھ لے کر چل دیے اَور کتوں کی زنجیریں کمر سے باندھ لیں، کتوں نے جب شکار کو دیکھا تو بھاگنا شروع کر دیا، حضرت بوسعید گنگوہیؒ نہایت کمزور ہو چکے تھے کتوں کے ساتھ گھسٹتے ہوئے چلے اَور تمام بدن لہولہان ہو گیا اَور بے ہوش ہو گئے۔ رات کو خواب میں حضرت نظام الدین بلخیؒ نے دیکھا کہ شاہ عبدالقدوس صاحبؒ رو رہے ہیں اَور فرما رہے ہیں اے نظام الدین ! میں نے تجھ سے اِتنی مشقتیں نہ لیں تھیں جتنی تو نے میرے بچے سے لی ہیں، صبح کو جب نظام الدین بلخیؒ بیدار ہوئے تو حضرت شاہ بوسعیدؒ کو پاس بلایا اَور بیعت فرما کر خرقۂ خلافت عنایت فرمایا اَور اِرشاد فرمایا کہ جو فیوض و برکات میں ہندوستان سے لایا تھا وہ اَب تمہارے سپرد کیے۔ (جاری ہے)

قسط : ۲۱

پردہ کے اَحکام

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

نامحرم رشتہ دَاروں سے پردہ :

ایک کوتاہی عورتوں کی یہ ہے کہ اُن میں پردہ کا اہتمام کم ہے اَپنے رشتہ داروں میں جو نامحرم ہیں اُن کے سامنے بے تکلف آتی ہیں۔ ماموں زاد، چچا زاد، خالہ زاد بھائیوں سے بالکل پردہ نہیں کرتی ہیں اَور غضب یہ ہے کہ اُن کے سامنے بناؤ سنگار کر کے بھی آتی ہیں پھر بدن چھپانے کا ذرا اہتمام نہیں کرتیں۔ گلا کھلا اَور سر کھلا ہوا ہے اَور اُن کے سامنے آجاتی ہیں اَور اگر کسی کا سارا بدن ڈھکا ہوا بھی ہو تو کپڑے ایسے باریک ہوتے ہیں کہ جن میں سارا بدن جھلکتا ہے حالانکہ باریک کپڑے پہن کر محارِم کے سامنے بھی آنا جائز نہیں کیونکہ محارم سے ماتحت الازار (یعنی ناف کے نیچے کے حصہ) کے علاوہ پیٹ اَور کمر اَور پہلو اَور پسلیوں کا چھپانا بھی فرض ہے۔ پس ایسا باریک کرتہ پہن کر محارِم کے سامنے آنا بھی جائز نہیں جس سے پیٹ یا کمر یا پسلیاں ظاہر ہوں یا اِن کا کوئی حصہ نظر آتا ہو۔ شریعت نے تو محارِم کے سامنے آنے میں بھی اِتنی قیدیں لگائی ہیں اَور آج کل کی عورتیں نامحرموں کے سامنے بھی بے باکانہ آجاتی ہیں گویا شریعت کا پورا مقابلہ ہے۔

اے عورتو ! پردہ کا اہتمام کرو اَور نامحرم رشتہ دَاروں کے سامنے قطعًا نہ آؤ اَور محارِم کے سامنے اِحتیاط سے آؤ۔ (الکمال فی الدین للنساء ص ۱۰۸)

زینت و مواقعِ زینت کی تفصیل اَور اُن کا شرعی حکم :

﴿ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ ﴾ اَور اَپنی زینت کے مواقع کو ضائع نہ کریں۔ ''زینت'' سے مراد

زیور جیسے کنگن، چوڑی، خلخال، باز و بند، طوق جھومر، پٹی بالیاں، وغیرہ۔ اَور اِن کے مواقع سے مراد ہاتھ، پنڈلی، بازو، گردن، سر، سینہ، کان یعنی اِن سب مواقع کو اَجنبیوں سے پوشیدہ رکھنا واجب ہے جن کا ظاہر کرنا محارِم (یعنی ایسے رشتہ دَار جن سے نکاح جائز نہ ہوسکتا ہو) کے رُوبرو جائز ہے (اِس کے علاوہ) اَور مواقع واَعضاء جو بدن کے رہ گئے جیسے پشت، شکم (پیٹھ، پیٹ وغیرہ) اِن کا کھولنا محارِم کے رُوبرو جائز نہیں۔ (بیان القرآن ص۸ تا ۱۵ سورۃ النور)

آج کل کے خوبصورت برقعے :

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے پردہ کے اَحکام بیان فرمانے کا کس قدر اہتمام کیا ہے، فرماتے ہیں : ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ﴾ کہ عورتیں اَپنی زینت کو بھی ظاہر نہ کریں۔ اَور قرآن میں ''زینت'' سے مراد لباس ہے چنانچہ آیت ﴿خُذُوْ زِیْنَتَکُمْ﴾ کہ زینت کو اِختیار کرو۔ اِس میں تو سب مفسرین کا اِتفاق ہے کہ اِس سے مراد لباس ہی ہے۔ اِسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس آیت ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ﴾ کی تفسیر یہی کی ہے۔

عورتیں خوب بن ٹھن کر بھڑک دَار برقع اَوڑھ کر باہر نکلتی ہیں اَور زینت کو تو برقع چھپا لیتا ہے مگر (خود) برقع میں ایسی چین بیل لگی ہوتی ہے کہ اُس کو دیکھ دُوسرے کا دِل بے چین ہوجائے، واقعی وہ برقع ایسا ہوتا ہے جسے دیکھ کر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اِس کے اَندر کوئی حور کی بچی ہوگی گو منہ کھولنے کے بعد چڑیل ہی کی ماں نکلے۔ شریعت نے ایسے (برقع) اَور زینت کے لباس کے ظاہر کرنے کو حرام کہا ہے پھر بھلا چہرہ اَور گلا کھولنا مطلقاً کیونکہ جائز ہوسکتا ہے جو کہ حسن و جمال کا مرکز ہے۔ (الفیض الحسن ص ۱۷۰)

ایک ہی گھر میں نامحرم رشتہ دَاروں کے ساتھ رہنا ہو تو پردہ کس طرح کیا جائے :

عورتوں کو نامحرم رشتہ دَاروں (مثلاً دَیور، جیٹھ وغیرہ) سے گہرا پردہ کرنا چاہیے ہاں جس گھر میں بہت سے آدمی رہتے ہوں جن میں بعض نامحرم ہوں اَور بعض محرم اَور گھر تنگ ہو اَور پردہ کرنے کی حالت میں گزر مشکل ہو تو ایسی حالت میں نامحرم رشتہ دَاروں سے گہرا پردہ کرنے کی ضرورت نہیں اَور

نہ ہی ایک گھر میں اِس طرح نباہ ہوسکتا ہے۔ایسی صورت میں نامحرموں کے سامنے بقدرِ ضرورت چہرہ کا کھولنا جائز مگر باقی تمام بدن سر سے پیر تک لپٹا (چھپا) ہوا ہونا چاہیے،کفوں کے چاک سے ہاتھ نہ جھلکیں،گریبان کھلا ہوا نہ رہے،بٹن اچھی طرح لگے ہوئے ہوں تاکہ گلا اَور سینہ نہ جھلکے، دوپٹہ سے تمام سر لپٹا ہوا ہو کہ ایک بال بھی باہر نہ رہے، اِس طرح بدن کو چھپا کر اُن کے سامنے منہ کھول کر گھر کا کام کاج کرسکتی ہیں۔

اَور یہی کافر عورتوں کا ہے کہ اُن کے سامنے صرف چہرہ اَور ہاتھ اَور پیر کھولنا جائز ہے باقی تمام بدن کا اُن سے چھپانا واجب ہے کہ سر کا بال بھی اُن کے سامنے نہ کھلے۔عورتیں بھنگنوں اَور چماریوں (غیر مسلم عورتوں) سے بالکل اِحتیاط نہیں کرتیں حالانکہ اُن سے بھی چہرہ اَور دونوں ہتھیلی اَور پیروں کے علاوہ باقی بدن کا شرعًا ویسا ہی پردہ ہے جیسے نامحرم مردوں سے ہے۔

ضرورت کے وقت نامحرم کے سامنے آنے کا طریقہ :

جس کو نامحرم کے سامنے کسی ضرورت سے آنا پڑتا ہو اُس کو چہرہ اَور دونوں ہاتھ گٹے تک اَور دونوں پاؤں ٹخنے تک کھولنا جائز ہے، اِس صورت میں اگر بدنگاہی سے کوئی دیکھے گا تو وہ گنہگار ہوگا اِس پر کوئی اِلزام نہیں۔لیکن اَور تمام بدن موٹے کپڑے سے اَور اِس میں بھی بہتر یہ ہے کہ کپڑا سفید اَور سادہ ہو مکلّف نہ ہو ڈھکا ہوا ہونا چاہیے،خوشبو وغیرہ بھی نامحرم کے سامنے لگا کر نہ آنا چاہیے۔زیور جہاں تک ممکن ہو چھپا ہوا ہو، بہت باتیں بالخصوص بے تکلفی اَور لطف کی باتیں غیر محرم سے نہ کرے۔

پردہ کا لحاظ کرنے کی وجہ سے رشتہ دَاروں میں تعلقات کی خرابی کا شبہ :

بعض عورتیں جو دِیندار ہیں وہ سب نامحرموں سے پردہ کرتی ہیں حتی کہ چچازاد بھائی سے بھی اِن کے اُوپر بڑے طعنے ہوتے ہیں کہ بھلا بھائی سے بھی کہیں پردہ ہوتا ہے۔عورتوں کے نزدیک چچا کا لڑکا تو ایسا ہے جیسے سگا بھائی۔عورتیں تو عورتیں ایسے پردہ سے مرد بھی خفا ہیں۔کسی نے ہمت کر کے اَپنے قریبی نامحرم رشتہ دَاروں (جن سے نکاح ہوسکتا ہے) سے بھی پردہ کرنا شروع کیا تو اَب چاروں طرف

سے اِعتراض کی بھرمار ہوتی ہے۔

ایک صاحب کہتے ہیں کہ میاں کچھ نہیں اَب رشتہ دَاروں میں آپس میں محبت ہی نہیں رہی، دُوسرے صاحب بھی اَینٹھ گئے کہ اُن کے گھر جائیں تو کیا دِیواروں سے بولیں ؟ اَب ہم اُن کے یہاں جانا ہی بند کردیں گے۔ کیا عزیزو (رشتہ دَاروں) کے تعلقات اَور آپس کا میل جول بے پردگی ہی پر موقوف ہے ؟ اَور اگر (بالفرض یہ پردہ تعلقات قائم رکھنے میں رُکاوٹ اَور) مانع ہے تو نعوذ باللہ! اللہ پر اِعتراض ہے کہ ایسے قریبی رشتہ دَاروں کو بھی نامحرم قرار دے دیا۔

مگر بعض (دِیندار عورتیں) ایسی ہمت والیاں بھی ہیں چاہے کوئی ہو وہ کسی نامحرم کے سامنے نہیں آتیں چاہے کوئی برا مانے یا بھلا مانے۔

اَور اَکثر جگہ تو پردہ کی ایسی کمی ہے کہ محرمیت نہیں (یعنی ایسے رشتہ دَار نہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہوتا ہے بلکہ) کچھ نہیں دُور دُور کے رشتہ دَاروں کو بے تکلف گھر میں بلا لیتی ہیں اَور بے محابا (بے جھجک بے پردہ ہو کر) آجاتی ہیں یہ بالکل ناجائز اَور سخت گناہ ہے۔ مردوں کو چاہیے کہ وہ اُنہیں تنبیہ کریں اَور سب نامحرموں سے پردہ کرائیں، اگر کسی کو ناگوار ہو تو بلا سے کچھ پرواہ مت کرو، ہرگز ڈھیلا پن نہ برتو بلکہ مردوں کو چاہیے کہ اگر کوئی نامحرم رشتہ دَار عورت (جن سے رشتہ جائز ہوسکتا ہو) اِن سے پردہ نہ کرے تو خود اُس سے چھپا کریں اَگر کوئی برا مانتا ہے تو کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

برا مان کر کوئی کرے گا کیا، اچھا تو ہے سب لوگ چھوڑ دیں کوئی اَپنا نہ رہے اِسی طرح مخلوق سے تعلق گھٹے۔ جب کوئی اَپنا نہ رہے گا اَور سب توقع ختم ہوجائے گی تب تو سوچے گا کہ (اَعزہ، اَقرباء، یار دوست یہ سب حجاب تھے اَب کوئی حجاب نہ رہا اَب خدا کے بنو جتنے تعلقات کم ہوں اُتنا ہی اچھا ہے اَور بھائی یہ تو سوچو کہ کِسے کِسے راضی کروگے، راضی تو ایک ہی ہوتا ہے کئی تو راضی ہوا نہیں کرتے۔

تو حضرت ! یہ کیجیے کہ صرف اللہ کو راضی رکھیے بہت سے آدمیوں کو کہاں تک راضی رکھیے گا۔ (اللہ تعالیٰ جب راضی ہوگا تو وہ خود دُوسروں کو بھی راضی کردے گا اَور آپ کی محبت لوگوں کی دِل میں پیدا کردے گا)۔ (اِصلاح المسلمین ص ۴۵۶)

جس کو ناجائز فعل سے اِطمینان ہو اُس کو بھی پردہ کرنا ضروری ہے :

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ (عورتوں کی طرف دیکھنے کی بات کرنے کی) ممانعت اِس لیے ہے کہ کہیں ناجائز فعل نہ ہو جائے اَور مجھ کو اِطمینان ہے کہ مجھ سے کوئی ناجائز فعل نہ ہوگا تو پس ایسی حالت میں کلام کرنا درست ہونا چاہیے۔

تو یہ بھی ہرگز جائز نہیں ہو سکتا اَور یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ اِس میں رفتہ رفتہ عشق و محبت بڑھ جائے گا پھر اَپنی طبیعت قابو میں نہ رہے گی اَور بوس و کنار وغیرہ بھی سرزد ہو جائے گا جو کہ حرام ہے۔ لٰہذا ہم لوگوں کو چاہیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے اُس کے پاس ہرگز نہ پھٹکیں ورنہ خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ (مقالاتِ حکمت ملحقہ دعوات عبدیت)

پاک دامن اَور پاکیزہ دِل والوں سے پردہ :

(جب حضور ﷺ خود پردہ کا اہتمام فرمائیں اَور دُوسری عورتوں کا) اَپنے سے پردہ کرائیں تو کون سا پیر اَور کون سا رشتہ دَار ہے جس سے بے حجابی جائز ہوگی ؟

خواہ کوئی خالو ہو یا پھوپھا، دادا لگتا ہے یا چچا، اگر محرم نہ ہو تو وہ بھی اَجنبی ہے۔ بڑا ظلم و ستم ہے کہ عورتوں کو اِس کی کچھ پرواہ نہیں ہے، ہم نے مانا کہ تمہارا دِل پاک ہے لیکن تم کو دُوسرے کی کیا خبر ؟ اگر کہو کہ دُوسرا بھی پاک ہے تو توبہ توبہ خدا اَور رسول ﷺ کو تم نے ظالم قرار دیا کہ باوجودیکہ یہ پاک تھا پھر بھی اِس سے پردہ کا حکم دیا اگر یہ (نامحرم رشتہ دَار) پاک و صاف ہوتے تو حق تعالیٰ ضرور اُن کا نام لکھ دیتے کہ فلاں شخص پاک ہے۔

یاد رکھو ! اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے کہ کون پاک ہے اَور کون نہیں، اَنبیاء سے تو زیادہ کوئی نہیں ہو سکتا، یوسف علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے فرماتے ہیں ﴿ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّا رَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ﴾ یعنی میں اَپنے نفس کو بری نہیں کرتا ہوں، نفس تو بُری بات ہی کا حکم کرنے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحمت فرمائے وہ مستثنیٰ ہے۔

اَب بتلائیے کہ کس کا منہ ہے جو کہے کہ میرا نفس پاک ہے مجھ کو برا وَسوسہ نہیں آتا اَور اگر کسی کو ایسا اِتفاق ہوتا ہے تو وہ عارضی حالت ہے چنانچہ بعض بزرگوں کو بھی اِس میں دھوکا ہوا ہے کہ اُنہوں نے جب دیکھا کہ ہمارا نفس مُزَکّٰی (پاک وصاف) ہوگیا ہے اِس لیے اُنہوں نے غیرمحرم سے اِختلاط (میل جول و بے پردگی) میں کوئی باک (لحاظ) نہیں رکھا اَور پھر کسی فتنہ میں مبتلا ہو گئے خواہ وہ فتنہ دِل ہی کا ہو اَور یہ کارگزاری (سازش) شیطان کی ہے کہ اِس ترکیب سے کہاں سے کہاں تک لایا، اِسی واسطے حق تعالیٰ نے پہلے یہ تدبیر بتلائی کہ نگاہ نیچی رکھو۔ (اَشرف الجواب ص ۵۷۵) ۔ (جاری ہے)

مجموعہ مقالاتِ حامدیہ

قرآنیات

عالمِ ربانی محدثِ کبیر

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید و خانقاہِ حامدیہ

و اَمیر مرکزیہ جمعیت علمائے اِسلام

نظرِ ثانی وعنوانات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

باہتمام

خانقاہِ حامدیہ ۱۹رکلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے ''مجموعہ مقالاتِ حامدیہ'' کا پہلا حصہ جو ''قرآنیات'' سے متعلق ہے شائع ہوکر مارکیٹ میں آچکا ہے، رعایتی قیمت : ۸۰ روپے

(رابطہ نمبر : 0333-4249-302)

قسط : ۱۷

سیرتِ خلفائے راشدینؓ

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ ﴾

اَمیر المؤمنین فاروقِ اَعظم عمر بن خطابؓ

حضرت فاروقِ اَعظمؓ کی خلافت :

آپؓ کی خلافت خدا کی قدرتِ کاملہ اَور رحمتِ واسعہ کا ایک عجیب نمونہ تھی جو کمالات رسولِ خدا ﷺ کی تعلیم و تربیت نے اِن کی ذاتِ والا میں پیدا کر دیے تھے اُن کے ظہور کا پورا موقع زمانۂ خلافت ہی میں ظاہر ہوا۔

جو جو وعدے حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے کیے تھے اَور جو جو پیشگوئیاں قرآنِ مجید اَور اَحادیث میں تمکینِ دین اَور ظہورِ ہدایت و فتوحات کی مذکور ہیں وہ باحسنِ وجوہ آپؓ ہی کی خلافت میں مکمل ہوئیں۔ اَگر آپؓ کے عہدِ خلافت کے کارنامے اَور آپؓ کے ظاہری و باطنی کمالات بالاجمال بھی بیان کیے جائیں تو ایک دفتر چاہیے۔

اَگر آپؓ کے عدل و اِنصاف اَور ملکی اِنتظامات اَور فتوحات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ وہ کام آپؓ سے ظاہر ہوئے جن کا کوئی نمونہ دُنیا میں پہلے سے موجود نہیں تھا۔ اَور اَگر آپؓ کی دینی خدمات اَور رُوحانی کمالات کو دیکھا جاتا ہے تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اَور صفحاتِ تاریخ میں اِس جامعیت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

سچ تو یہ ہے کہ اِن کا ہر ہر رُواں اَپنے مرشد برحق ﷺ کے سیّد الکل فی الکل اَور اِمام الانبیاء والرسل ہونے کی شہادت ساری دُنیا کے سامنے اَدا کر گیا۔ اِس رسالے میں جو کچھ قدرے قلیل لکھا جائے گا اُس کو نمونہ کہنا بھی شاید صحیح نہ ہو۔

عام اَخلاق وحالات :

☆ ۱۳ھ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسندِ آرائے خلافت ہوئے اَور تھوڑے ہی دِنوں میں ایک چھوٹی سی اِسلامی ریاست کو مُلکِ عظیم بنا دیا جیسا کہ رسولِ خدا ﷺ کو پہلے ہی بذریعہ[۱] وحی کے اِطلاع دی گئی تھی۔

مزاجِ مبارک میں سختی زیادہ تھی غصہ جلد آتا تھا بالکل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سی کیفیت تھی مگر اِس کے ساتھ دو صفتیں بھی عجیب وغریب تھیں۔ اَوّل یہ کہ اَپنی ذات کے لیے کبھی غصہ نہ آتا تھا، دوم یہ کہ عین اِشتعال کی حالت میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا نامِ پاک آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے لے لیتا یا قرآنِ مجید کی کوئی آیت پڑھ دیتا تو فوراً غصہ دفع ہو جاتا گویا تھا ہی نہیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو لوگ آپؓ کی سخت گیری سے اِس قدر خوفزدہ ہوئے کہ گھروں سے باہر نکل کر بیٹھنا چھوڑ دیا۔ یہ حالت دیکھ کر آپؓ نے خطبہ پڑھا اَور اُس خطبہ میں آپؓ نے فرمایا کہ :

''اے لوگو ! میری سختی اُس تک وقت تھی جب تک تم لوگ رسولِ خدا ﷺ کی اَور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نرمیوں اَور مہربانیوں سے فیضیاب تھے۔ میری سختی اُن کی نرمی کے ساتھ مِل کر اِعتدال کی راہ پیدا کر دیتی تھی مگر اَب میں ہی تمہارا والی ہوں اَب میں تم پر سختی نہ کروں گا، اَب میری سختی صرف ظالموں اَور بدکاروں پر ہوگی۔ اِسی خطبہ میں آپ نے اِرشاد فرمایا کہ اے لوگو ! اگر میں سنتِ نبوی اَور

---

[۱] صحیح بخاری میں ہے کہ ایک روز رسولِ خدا ﷺ نے اَپنا خواب صحابہ کرامؓ سے بیان فرمایا (اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحیِ خداوندی ہے) کہ میں نے اَپنے کو دیکھا کہ ایک کنویں سے پانی بھر رہا ہوں، تھوڑی دیر میں آکر اَبو بکرؓ نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اَور ایک ڈول بلکہ دو ڈول اُنہوں نے نکالے پھر عمر بن خطابؓ نے اُن سے لے لیا اُن کے ہاتھ میں جاتے ہی ڈول پُر بھر گیا اَور میں نے کسی زور آور کو اِن کے مثل اِتنا بڑا پُر بھرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

سیرتِ صدیقی کے خلاف کوئی حکم دُوں تو تم کیا کرو گے ؟ لوگ کچھ نہ بولے پھر دوبارہ آپ نے یہی اِرشاد فرمایا تو ایک نوجوان تلوار کھینچ کر کھڑا ہوگیا اَور کہنے لگا فَعَلْنَا هٰكَذَا یعنی اِس طرح تلوار سے سرکاٹ دیں گے اِس پر آپ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔''

☆ خلیفہ ہوتے ہی عام اِجازت دی کہ میری جو بات قابلِ اِعتراض ہو سرِ دَربار مجھے ٹوک دیا جائے، آپؓ کی طرف سے اِعلان کردیا گیا کہ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ مَنْ دَفَعَ اِلَیَّ عُیُوْبِیْ یعنی سب سے زیادہ میں اُس شخص کو پسند کروں گا جو میرے عیبوں پر مجھے اِطلاع دے۔ اِس اعلان کے بعد اَدنیٰ اَدنیٰ لوگوں نے سرِ دربار آپؓ پر نکتہ چینی شروع کی، اگرچہ وہ نکتہ چینی غلط ہوتی تھی مگر آپؓ اِس پر خوش ہوتے تھے اَور بڑی توجہ سے سنتے تھے اَور اُس کا جواب دیتے تھے۔

☆ تواضع کی صفت آپؓ میں اِس قدر تھی کہ اِس کا اَندازہ کرنے سے عقلِ اِنسانی عاجز ہے۔ عرب وعجم کا بادشاہ بلکہ بادشاہوں کا فرمانروا اَور اُس میں اِس قدر تواضع۔

☆ خلیفہ ہونے کے بعد منبر پر گئے تو منبر کے اُس زینے پر بیٹھے جس پر حضرت صدیقؓ پاؤں رکھتے تھے۔لوگوں نے کہا اُوپر بیٹھیے تو فرمایا میرے لیے یہی کافی ہے کہ مجھے اُس مقام پر جگہ مِل جائے جہاں صدیقؓ کے پاؤں رہتے تھے۔شروع میں لوگوں نے آپؓ کو خلیفۂ رسول کہنا چاہا تو فرمایا میں اِس قابل نہیں ہوں اَور اَپنے لیے ایک سادہ لفظ اَمیر المومنین پسند فرمایا۔ یہ لفظ سب سے پہلے آپؓ کے لیے ہی اِستعمال ہوا۔

علمی کمالات کا ذکر ہوتا تو کبھی اَپنا شمار کسی دَرجہ میں نہ فرماتے دُوسروں کا حوالہ دیتے حالانکہ بشہادتِ نبوی ﷺ خود سب سے اَعلم [1] تھے۔ایک روز خطبہ میں اِرشاد فرمایا کہ جس کو قرآن شریف کے

---

[1] صحیح بخاری اَور صحیح مسلم میں باسانید متعددہ مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دُودھ پیا اَور اَپنا بچا ہوا دُودھ عمر بن خطاب کو دیا۔لوگوں نے پوچھا حضرت اِس کی تعبیر کیا ہے ؟ فرمایا علم۔علاوہ اِس کے جس قدر تفاسیر آیاتِ قرآنیہ کی تعلیم مسائل فقہیہ کے متعلق اِن سے منقول ہیں وہ خود اِن کے اَعلم ہونے کی دلیل ہے۔

متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ اُبی بن کعب کے پاس جائے اَور جس کو حلال و حرام کے متعلق دَریافت کرنا ہو وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے اَور جس کو میراث کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ زید بن ثابت (رضی اللہ عنہم) کے پاس جائے اَور جس کو مال کی ضرورت ہو وہ میرے پاس آئے۔

اَور یہ کلمہ تو نہ معلوم کتنے لوگوں کی نسبت فرمایا **لَوْلَا فُلَانٌ لَهَلَكَ عُمَرُ** یعنی اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہوجاتا، مثلاً ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا جو زِنا سے حاملہ تھی۔ حضرت معاذ ؓ نے کہا کہ اَمیر المومنین یہ عورت حاملہ ہے اَبھی سنگسار کرنے سے بچہ ضائع ہوجائے گا یہ سنتے ہی اَپنے حکم کو واپس لے لیا اَور فرمایا **لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ** اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔

ایک مرتبہ ایک اَور عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کیا آپؓ نے نہیں سنا کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں یعنی اُن پر کوئی حکمِ شرعی جاری نہیں ہوتا: مجنون، نابالغ بچہ اَور سوتا ہوا آدمی۔ فرمایا ہاں سنا تو ہے پھر کیا بات ہوئی ؟ حضرت علیؓ نے کہا وہ عورت جس کے سنگسار کرنے کا حکم آپؓ نے دیا ہے مجنون ہے، یہ سنتے ہی اَپنا حکم واپس لے لیا اَور فرمایا **لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ** یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔

ایک روز خطبہ میں فرمایا اے لوگو ! عورتوں کے مہر زیادہ نہ باندھا کرو، رسولِ خدا ﷺ کی اَزواجِ مطہرات اَور صاحبزادیوں سے زیادہ اگر مہر ہوگا تو میں اُس زائد مقدار کو ضبط کر کے بیت المال میں داخل کرلوں گا۔ ایک بڑھیا بول اُٹھی کہ آپ کو ایسا کرنے کا کیا حق ہے ؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا** [۱] بس اِس کو سن کر منبر سے یہ کہتے ہوئے اُتر آئے کہ **كُلُّ النَّاسِ اَعْلَمُ مِنْ عُمَرَ حَتّٰى الْعَجَائِزُ** یعنی سب لوگ عمر سے زیادہ علم رکھتے ہیں حتی کہ بڑھیا بھی۔ (جاری ہے)

---

[۱] ''اے شوہرو ! اگر تم اَپنی بیویوں کو ڈھیر بھر مال دے دو تو پھر اُس میں سے کچھ واپس نہ لو۔'' جواب اِس بڑھیا کا بہت آسان تھا، شوہر پر اَمیر المومنین کو قیاس کر رہی تھی یہ قیاس صحیح نہیں۔ اَمیر المومنین کو سیاسۃً ایسے اِختیارات حاصل ہیں جو شوہر کو ہرگز حاصل نہیں ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اَور مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر کی طرف سے

الیکشن کے حوالے سے پاکستان کے علماءِ کرام اَور عوام الناس سے اَپیل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

گزارش ہے کہ آنے والے اِنتخابات میں مذہبی جماعتوں میں عدم اِشتراک بلکہ بہت سے حلقوں میں باہمی محاذ آرائی کی جو کیفیت نظر آرہی ہے وہ اِنتہائی پریشان کن ہے اَور ملک کے مستقبل کے حوالے سے تشویش ناک ہے۔

عالمی اَور ملکی سیکولر حلقے پاکستان کے اِسلامی تشخص کو مجروح کرنے، دستور و قانون کی اِسلامی دفعات کو غیر مؤثر بنانے اَور سیکولر اَیجنڈے کو مسلط کرنے کے لیے جس طرح سرگرم عمل ہیں اُس کا تقاضا ہے کہ متفقہ لائحہ عمل اِختیار کریں اَور خاص طور پر الیکشن کے موقع پر سیکولر قوتوں کا مِل جل کر مقابلہ کریں۔ اِس لیے ملک بھر میں سنجیدہ علماءِ کرام اَور دینی اِداروں سے ہم اپیل کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر ضلعی سطح پر مِل بیٹھ کر اپنے اپنے ضلع کی صورتِ حال کا جائزہ لیں اَور کوشش کریں کہ اِنتخابات میں حصہ لینے والے دینی جماعتوں کے اُمیدواروں میں باہم تعاون و اِشتراک کی فضاء قائم ہو اَور جہاں بھی مذہبی جماعتوں کے اُمیدوار ایک دُوسرے کے مقابلے میں کھڑے ہیں اُن میں مفاہمت کا کردار اَدا کر کے کسی ایک اُمیدوار پر اِتفاق کرایا جائے۔ وقت بہت کم ہے اِس لیے اِس کام کو ضلعی سطح پر اَور چند روز کے اَندر کرنے کی کوشش کی جائے اَور جہاں اِنتہائی ضرورت ہو وہاں اَکابر سے رابطہ کر کے اُن سے تعاون اَور رہنمائی کی دَرخواست کی جائے۔

اُمید ہے کہ اِس مکتوب کو پڑھنے والے سب حضرات اِس سلسلے میں اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے ہر ممکن کردار اَدا کرنے کی کوشش کریں گے اَور اِس مکتوب کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی محنت کریں گے۔

اِنتخابات میں ووٹ، ووٹر اَور اُمیدوار کی شرعی حیثیت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مفتی اعظم پاکستان ﴾

اِسمبلی، کونسل یا کسی دُوسرے اِدارے کے اِنتخابات میں کسی شخص کو کس صورت میں اُمیدوار ہونا چاہیے نیز کسی اُمیدوار کے حق میں ووٹر کو اَپنا ووٹ کس طرح اِستعمال کرنا چاہیے ؟ عام طور پر لوگ اِس کو ذاتی اَور نجی معاملہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ خالص دینی معاملہ ہے۔ پیشِ نظر مضمون میں اِن دونوں طبقوں کے شرعی فرائض کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ (اِدارہ)

آج کی دُنیا میں اِسمبلیوں، کونسلوں، میونسپل وَارڈوں اَور دُوسری مجالس اَور جماعتوں کے اِنتخابات میں جمہوریت کے نام پر جو کھیل کھیلا جارہا ہے کہ زور وزَر اَور غنڈہ گردی کے سارے طاغوتی وسائل کا اِستعمال کر کے یہ چندروزہ موہوم اِعزاز حاصل کیا جاتا ہے اَور اِس کے عالم سوز نتائج ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہیں اَور مُلک وملت کے ہمدرد وسمجھدار اِنسان اپنے مقدور بھر اِس کی اِصلاح کی فکر میں بھی ہیں لیکن عام طور پر اِس کو ایک ہار جیت کا کھیل اَور خالص دُنیاوی دھندہ سمجھ کر ووٹ لیے اَور دیے جاتے ہیں۔ لکھے پڑھے دیندار مسلمانوں کو بھی اِس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ یہ کھیل صرف ہماری دُنیا کے نفع نقصان اَور آبادی یا بربادی تک نہیں رہتا بلکہ اِس کے پیچھے کچھ طاعت ومعصیت اَور گناہ و ثواب بھی ہے جس کے اَثرات اِس دُنیا کے بعد بھی یا ہمارے گلے کا ہار عذابِ جہنم بنیں گے یا پھر دَرجاتِ جنت اَور نجاتِ آخرت کا سبب بنیں گے اَور اگرچہ آج کل اِس اَکھاڑہ کے پہلوان اَور اِس میدان کے مرد عام طور پر وہی لوگ ہیں جو فکرِ آخرت اَور خدا اَور رسول کی اِطاعت ومعصیت سے مطلقاً آزاد ہیں اَور اِس حالت میں اُن کے سامنے قرآن وحدیث کے اَحکام پیش کرنا ایک بے معنٰی وعبث فعل معلوم ہوتا ہے لیکن اِسلام کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ مسلمانوں کی پوری جماعت کبھی گمراہی پر جمع نہیں

ہوتی، ہر زمانہ اَور ہر جگہ کچھ لوگ حق پرست بھی قائم رہتے ہیں جن کو اپنے ہر کام میں حلال وحرام کی فکر اَور خدا اَور رسول کی رضا جوئی پیشِ نظر رہتی ہے نیز قرآن کریم کا یہ بھی اِرشاد ہے : ﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''آپ نصیحت کی بات کہتے ہیں کیونکہ نصیحت مسلمانوں کو نفع دیتی ہے۔''

اِس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اِنتخابات میں اُمیدواری اَور ووٹ کی شرعی حیثیت اَور اُن کی اہمیت کو قرآن اَور سنت کی رُو سے واضح کر دیا جائے شاید کچھ بندگانِ خدا کو تنبیہ ہو اَور کسی وقت یہ غلط کھیل صحیح بن جائے۔

اُمیدواری کسی مجلس ممبری کے اِنتخابات کے لیے جو اُمیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو وہ گویا پوری ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے ایک یہ کہ وہ اِس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے جس کا اُمیدوار ہے دُوسرے یہ کہ وہ دیانت واَمانت داری سے اِس کام کو اَنجام دے گا۔

اَب اگر واقعی میں وہ اپنے اِس دعویٰ میں سچا ہے یعنی قابلیت بھی رکھتا ہے اَور اَمانت و دیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبہ سے اِس میدان میں آیا ہے تو اِس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے اَور بہتر طریق اِس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اِس کو اِس کام کا اَہل سمجھ کر نامزد کر دے اَور جس شخص میں اِس کام کی صلاحیت ہی نہیں وہ اگر اُمیدوار ہو کر کھڑا ہو تو قوم کا غدار و خائن ہے، اِس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک وملت کے لیے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا پہلے تو وہ خود غدار و خیانت کا مجرم ہو کر عذابِ جہنم کا مستحق بن جائے گا۔

اَب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لیے کھڑا ہوتا ہے اگر اُس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اِس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے اَور یہ سمجھ لے کہ اِس ممبری سے پہلے تو اُس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اَور اپنے اہل و عیال ہی تک محدود تھی لیکن بنصِ حدیث ہر شخص اپنے اہل وعیال کا بھی ذمہ دار ہے اَور اَب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلقِ خدا کا تعلق اِس مجلس سے وابستہ ہے اُن سب کی ذمہ داری کا بوجھ اِس کی گردن پر آتا ہے اَور وہ دُنیا و آخرت میں اِس ذمہ داری کا مسئول اَور جواب دہ ہے۔

ووٹ اَور ووٹر :

کسی اُمیدوار ممبری کو ووٹ دینے کی اَز رُوئے قرآن وحدیث چند حیثیتیں ہیں۔

☆ ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اَپنا ووٹ دے رہا ہے اُس کے متعلق اُس کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ شخص اِس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے اَور دیانت اَور اَمانت بھی۔ اَور اگر واقعی میں اُس شخص کے اَندر یہ صفات نہیں ہیں اَور ووٹر یہ جانتے ہوئے اُس کو ووٹ دیتا ہے تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے جو سخت کبیرہ گناہ اَور وبالِ دُنیا وآخرت ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں رسولِ کریم ﷺ نے شہادتِ کاذبہ کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے (مشکوٰۃ) اَور ایک دُوسری حدیث میں جھوٹی شہادت کو اَکبر کبائر فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

جس حلقہ میں چند اُمیدوار کھڑے ہوں اَور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اَور دیانت کے اِعتبار سے فلاں آدمی قابلِ ترجیح ہے تو اُس کو چھوڑ کر کسی دُوسرے کو ووٹ دینا اِس اَکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔ اَب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اَور اَنجام کو دیکھ کر ووٹ دے محض رسمی مروت یا کسی طمع وخوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اِس وبال میں مبتلا نہ کرے۔

☆ دُوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت یعنی سفارش کی ہے کہ ووٹر اُس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے۔ اِس سفارش کے بارے میں قرآنِ کریم کا یہ اِرشاد ہر ووٹر کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے :

﴿ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ﴾

''جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے اُس میں اِس کو بھی حصہ ملتا ہے اَور بری سفارش کرتا ہے تو اُس کی برائی میں اِس کا بھی حصہ لگتا ہے۔''

اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اَور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے جو خلقِ خدا کے حقوق صحیح طور پر اَدا کرے اَور بری سفارش یہ ہے کہ نااہل، نالائق، فاسق، ظالم کی سفارش کر کے اُس کو خلقِ خدا پر مسلط کرے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا اُمیدوار اپنے پنج سالہ دَور میں جو نیک یا بدعمل کرے گا ہم بھی اُس کے شریک سمجھے جائیں گے۔

☆ تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ والا اُس اُمیدوار کو اَپنا نمائندہ اَور وکیل بناتا ہے لیکن اگر یہ وکالت اُس کی کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی اَور اُس کا نفع نقصان صرف اُس کی ذات کو پہنچتا تو اُس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا مگر یہاں ایسا نہیں کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اُس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے اِس لیے اگر کسی نا اہل کو اپنی نمائندگی کے لیے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اِس کی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے۔ایک شہادت، دُوسرے سفارش، تیسرے حقوقِ مشترکہ میں وکالت۔تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک، صالح، قابل آدمی کو ووٹ دینا موجبِ ثوابِ عظیم ہے اَور اُس کے ثمرات اِس کو ملنے والے ہیں اِسی طرح نا اہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اَور بری سفارش بھی اَور ناجائز وکالت بھی اَور اِس کے تباہ کن ثمرات بھی اِس کے نامہ اَعمال میں لکھے جائیں گے۔

ضروری تنبیہ :

مذکورالصدر بیان میں جس طرح قرآن وسنت کی رُو سے یہ واضح ہوا کہ نا اہل، ظالم، فاسق اَور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہِ عظیم ہے اِسی طرح ایک اچھے نیک اَور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثوابِ عظیم ہے بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے۔قرآنِ کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے اِسی طرح سچی شہادت کو واجب ولازم بھی فرمایا ہے۔ اِرشادِ باری ہے : ﴿كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ اَور دُوسری جگہ اِرشاد ہے : ﴿كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾

اِن دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں۔اللہ کے لیے اَدائیگی شہادت کے واسطے کھڑے ہوجائیں۔

تیسری جگہ سورۂ طلاق میں اِرشاد ہے : ﴿ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ یعنی اللہ کے لیے سچی شہادت کو قائم کرو۔

ایک آیت میں یہ اِرشاد فرمایا کہ سچی شہادت کا چھپانا حرام اَور گناہ ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے : ﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ آثِمٌ قَلْبُهٗ ﴾ یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اَور جو چھپائے گا اُس کا دل گناہگار رہے۔

اِن تمام آیات نے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کر دیا ہے کہ سچی گواہی سے جان نہ چرائیں، ضرور اَدا کریں، آج جو خرابیاں اِنتخابات میں پیش آرہی ہیں اُن کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدہ میں آرہا ہے کہ ووٹ عموماً اُن لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لیے جاتے ہیں اَور اُن لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ کس قماش اَور کس کردار کے لوگ ہوں گے، اِس لیے جس حلقہ میں کوئی بھی اُمیدوار قابل اَور نیک معلوم ہو اُسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی جرم اَور پوری قوم و ملت پر ظلم کے مترادف ہے۔

اَور گر کسی حلقہ میں کوئی بھی اُمیدوار صحیح معنٰی میں قابل اَور دیانت دار نہ معلوم ہو مگر اُن میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اَور خدا ترسی کے اُصول پر دُوسروں کی نسبت غنیمت ہو تو تقلیلِ شر اَور تقلیلِ ظلم کی نیت سے اُس کو بھی ووٹ دے دینا جائز بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ نجاست کے پورے اِزالہ پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ نجاست کو اَور پورے ظلم کو دفع کرنے کا اِختیار نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ ظلم کو فقہاء رحمہم اللہ نے تجویز فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ .

خلاصہ یہ ہے کہ اِنتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم اَز کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے اَور اُس میں جھوٹ بولنا بھی حرام، اُس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اُس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اَور دُنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔

آپ جس اُمیدوار کو ووٹ دیتے ہیں شرعًا آپ اُس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریہ اَور علم و عمل اَور دیانتداری کی رُو سے اِس کام کا اَہل اَور دُوسرے اُمیدواروں سے بہتر ہے جس کام کے لیے یہ اِنتخابات ہو رہے ہیں۔

اِس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اِس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں :

(۱) آپ کے ووٹ اَور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اِسمبلی میں پہنچے گا وہ اِس سلسلہ میں جتنے اچھے یا برے اِقدامات کرے گا اُن کی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوگی۔ آپ بھی اُس کے ثواب یا عذاب میں شریک ہوں گے۔

(۲) اِس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اُس کا اَثر بھی شخصی اَور محدود ہوتا ہے، ثواب و عذاب بھی محدود۔ قومی اَور مُلکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے، اُس کا اَدنیٰ نقصان بھی بعض اَوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے اِس لیے اِس کا ثواب و عذاب بھی بہت بڑا ہے۔

(۳) سچی شہادت کا چھپانا اَز رُوئے قرآن حرام ہے۔

(۴) جو اُمیدوار نظامِ اِسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے اُس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔

(۵) ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اَور چند ٹکوں کی خاطر اِسلام اَور مُلک سے بغاوت ہے۔ دُوسروں کی دُنیا سنوارنے کے لیے اَپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال و دولت کے بدلے میں ہو کوئی دانشمندی نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دُوسرے کی دُنیا کے لیے اَپنا دین کھو بیٹھے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ .

قسط : ۳ ، آخری

قرآنِ مجید کی عظمت و حفاظت

اَور

رُوحانی برکات و سیاسی ثمرات

﴿ شیخ التفسیر حضرت علامہ شمس الحق صاحب اَفغانی رحمہ اللہ ۱ ﴾

ترتیبِ جدید برائے تسہیل : سیّد محمود میاں غفرلہٗ

قرآن کی قانونی عظمت :

قانون ہر مخلوق کی زندگی کا ضابطہ ہے خواہ جمادات ہوں، نباتات یا حیوانات یا اِنسان۔ فرق صرف یہ ہے کہ اِنسان کے ماسوا ایک اَور جبری اِلٰہی قانون میں جکڑے ہوئے ہیں جس کو ہم ''قانونِ قدرت'' کہتے ہیں۔ آسمان کے ستارے و سیارے ایک خاص نظامِ حرکت سے مربوط ہیں اِس نظام کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ پانی بلندی سے پستی کی طرف جا سکتا ہے اِس کے خلاف نہیں کر سکتا، زمین سمندر کے نیچے رہے گی پانی کے اُوپر نہیں تیر سکتی، ایک رتی بھر سوئی کو سمندر میں ڈالو تو ڈوب جائے گی لیکن سینکڑوں ٹن کا جہاز سمندر پر تیرتا رہے گا، دَرختوں کی جڑیں نیچے جائیں گی اَور شاخیں اُوپر، ایسا نہیں ہو سکتا کہ شاخیں نیچے جائیں اَور جڑیں اُوپر، مویشی گھاس کھائیں گے اَور گوشت نہیں کھائیں گے لیکن دَرندے گوشت کھائیں گے اَور گھاس نہیں کھائیں گے، یہ اِن مخلوقات کی قانونی زندگی کی دَلیل ہے جو قانونِ قدرت کے تحت اِن پر حاوی ہے اَور اِن کے خلاف اِن کو مجالِ دَم زدن نہیں کیونکہ یہ جبری قانون ہے۔

---

۱ میں نے ایک دفعہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اِس دور میں حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کا فقہ میں بہت بڑا مقام ہے، حضرت مولانا یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ کا حدیث میں بہت بڑا مقام ہے، حضرت علامہ اَفغانی رحمہ اللہ کا مقام کن علوم کے اِعتبار سے بڑا ہے ؟ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علامہ اَفغانی رحمہ اللہ کا مقام ہر علم کے اِعتبار سے بڑا ہے۔ محمود میاں غفرلہٗ

آسماں مجبور ہیں شمس و قمر مجبور ہیں

اَنجم سیماب پا رفتار پر مجبور ہیں

یہی جبری قانون اِنسان پر بھی حاوی ہے کہ وہ قدموں کے بل چل سکتا ہے سر کے بل نہیں چل سکتا۔

اِنسان کے لیے اِختیاری قانون :

لیکن اِنسان کے لیے اِختیاری قانون بھی ہیں جس کا کرنا نہ کرنا اُس کے اِختیار میں ہے، اِس لیے اِنسان فاعلِ مختار ہے، اِسی اِختیار پر حسن وقبح نقص وکمال ثواب وعقاب کا مدار ہے۔ اِس قانونِ اِختیاری کا دُوسرا نام اگر خدا نے بنایا ہو تو قانونِ شریعت ہے، اگر بنانے والا اِنسان ہو تو اُس کا نام قانونِ اِنسان ہے خواہ بنانے والا ایک فرد ہو، بادشاہ یا ڈکٹیٹر یا جماعت ہو یا پارلیمینٹ لیکن نفس قانونِ اِختیاری کی ضرورت تمام اَقوام میں مسلّم ہے، اِس لیے کوئی مُلک اَور کوئی حکومت قانون سے خالی نہیں، اَب ہم کو یہ طے کرنا ہے کہ قانونِ اِختیاری اِنسان کا حق ہے یا خدا کا، اِس لیے ضروری ہے کہ ہم ضرورتِ قانون کی اَصلی وجہ یا وجوہات بیان کریں۔

اِنسان میں جب تک خواہش موجود ہے وہ دُوسروں کا حق مارنے سے دَریغ نہیں کرے گا اَور جب تک اُس میں غضب کا جذبہ موجود ہے وہ دُوسروں سے دَست وِدَرازی سے باز نہیں آئے گا، پہلی صورت میں مال کو خطرہ ہوگا اَور دُوسری صورت میں جان کو، جن کے تحفظ کے لیے دِیوانی وفوجداری قوانین کا وجود ضروری ہے تاکہ مال وجان محفوظ رہ سکے کیونکہ یہ تو ممکن نہیں یہ دونوں فطری جذبے جو لوازماتِ اِنسانیت سے ہیں موجود ہوں اَور اُن کے نتائج موجود نہ ہوں، اَب اِقامتِ عدل اَور تحفظ حقوقِ اِنسانیہ کے لیے قانون سازی کیا اِنسان کا حق ہے یا خدا کا ؟

یہ فیصلہ آسانی سے سمجھ میں آسکے گا جب مندرجہ ذیل اُمور ذہن نشین ہوں، قانون ساز قوت میں مندرجہ ذیل اُمور کا پایا جانا ضروری ہے :

(۱) علمِ تام (۲) عدلِ کامل (۳) رحمت وشفقتِ کاملہ (۴) غیر جانبداری

یہ چار اُمور صرف اللہ کی ذات میں موجود ہیں، اِنسان خواہ فرد ہو یا جماعت اِن سے خالی ہے لہٰذا اِنسان کو قانون اَور ضابطۂ حیات کی تشکیل کا حق نہیں۔

پہلی چیز یعنی علمِ تام وہ اِنسان کو حاصل نہیں۔ اِسمبلیوں اَور پارلیمنٹوں میں اِنسانی قانون کی وقتاً فوقتاً تبدیلی اِس اَمر کی دلیل ہے کہ اِنسان کے علم اَور اُس کے قانون میں نقص موجود ہے پھر ایک مُلک کا قانون دُوسرے مُلک سے اَور ایک پارلیمنٹ کا قانون دُوسری پارلیمنٹ سے مختلف ہے جو اِنسانی علم کے تردّد و تشکک کی دلیل ہے۔

لیکن خالقِ کائنات کا علم مکمل ہے پھر خدا اِنسانی زندگی کے ہر دَور کے خیر و شر کو جانتا ہے خواہ دُنیوی زندگی سے متعلق ہو یا برزخ و قبر سے یا آخرت سے لیکن اِنسان کو اگر کسی حد تک علم ہے تو صرف دُنیا کا علم اَور وہ بھی حال کا علم نہ کہ مستقبل کے اُمور کا، باقی برزخ و آخرت کے اُمور ! وہ تو اِنسان کے عقل و حواس کے ماوراء اَور غائب ہیں، لہٰذا اِنسانی پارلیمنٹ اگر نفع سمجھ کر سود و قمار کے جواز کا قانون پاس کردے تو اُس کی نظر سے سود و قمار کے مستقبل کے مہلک اَثرات و نتائج غائب ہوتے ہیں اَور قبر و آخرت کی جو مضرت اِن دونوں چیزوں میں ہوگی وہ بھی اُس کے دائرۂ عقل سے خارج ہے لیکن خالقِ کائنات جو اَصل سرچشمہ قانون ہے، صرف اُس کا علمِ تام اِن سب پر حاوی ہے اَور اِنسان کے حقیقی نفع و نقصان کو وہی جانتا ہے اَور سود و قمار کے مستقبل اَور برزخ و آخرت کے تباہ کن اَثرات بھی جانتا ہے لہٰذا اُس کا قانون صحیح علم پر مبنی ہے۔

فہمِ اِنسانی میں عادت و خواہش کی دَخل اَندازی :

پھر بڑی بات یہ ہے کہ اِنسانی عقل و فہم میں زیادہ خواہش و عادت کی دَخل اَندازی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اِنسانی پارلیمنٹوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ممبران کی اکثریت ایسے قوانین بنا ڈالتی ہے جن کی بُرائی میں کوئی شبہ نہیں جیسے اِنگلستان اَور کینیڈا کی پارلیمنٹ نے جوازِ لواطت کا قانون پاس کیا، اِس کے علاوہ اِنسان ذاتی مفاد اَور قومی مفاد کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے لہٰذا وہ عمومی مفاد و دیگر اَقوام کے ساتھ

اِنصاف کا عملاً حامی نہیں ہوسکتا جس کی بڑی دَلیل دُنیا کے سب سے بڑے عالمی اِدارۂ اَمن واِنصاف کا طرزِ عمل ہے جس میں چھوٹی بڑی سو کے قریب اَقوام شامل ہیں لیکن دَرحقیقت یہ اِدارہ دُنیا کی پانچ بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ گیا ہے اَور آج تک وہ کسی مظلوم قوم کو اُس کا حق نہیں دِلا سکا بلکہ اعلانِ حق تک نہ کرسکا اَور اِس تجربے کے بعد موجودہ دَور کے اِنسان سے قانونِ اِنصاف کی توقع سعی لاحاصل ہے۔ اِس بڑے عالمی اِدارے کا یہ قانون ہے کہ پانچ بڑی طاقتوں کو ویٹو پاور یعنی حقِ تنسیخ حاصل ہے یعنی اِن پانچ طاقتوں میں سے کوئی بھی اگر ایک مظلوم مُلک یا قوم کا مسئلہ زیر بحث نہ لانا چاہے تو اُس پر اِس اِدارے میں بحث نہیں ہوسکتی حالانکہ ظالم اکثر بڑی طاقتیں ہوتی ہیں، جب اُن کے خلاف کوئی مقدمہ پیش ہی نہیں ہوسکتا تو مظلوم کی حق رسی کیونکر ممکن ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ اِس اِدارے کی صحیح حقیقت وہی ہے جو مستقل مندوب پاکستان سیّد اَحمد شاہ بخاری نے اپنے طویل تجربے کے بعد اَخبار جنگ مؤرخہ ۶ر دسمبر ۱۹۶۷ء میں شائع کی، یہ تقریر اُنہوں نے ۷ر جنوری ۱۹۵۳ء میں کی تھی۔ تقریر یہ ہے کہ

''اگر اَقوامِ متحدہ میں دو چھوٹی قوموں کا تنازعہ دَرپیش ہو تو وہ تنازعہ اَور مقدمہ غائب ہوجائے گا اَور اگر تنازعہ ایک چھوٹی اَور ایک بڑی قوم کا ہو تو چھوٹی قوم غائب ہوجائے گی اَور اگر تنازعہ دو بڑی قوموں میں ہو تو خود اَقوامِ متحدہ غائب ہوجائے گی۔''

یہ ہے دَورِ حاضر کی اِنتہائی تعلیم کے بلند ترین اِنسانوں کے اِنصاف اَور قانون کا مظاہرہ۔

قیاس کن ز گلستانِ ما خزان مرا

اِس لیے اِنصاف اَور قانون کا سر چشمہ صرف اللہ ہے اَور جس کا قانون قرآن کی شکل میں محفوظ ہے جس سے قرآن کی عظمت نمایاں ہوجاتی ہے۔ ﴿ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ﴾ قانونِ دُنیا صرف خدا کا حق ﴿ وَتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلاً ﴾ اللہ کا کلام سچائی اَور اِنصاف کے لحاظ سے تام اَور کامل ہے۔

بقول علامہ اِقبال :

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہَمتا[۱] کو ہے
اِک وہی ہے حکمراں باقی بتانِ آذری

غیر حق چوں ناہی و آمر شَوَد زور دَر بر ناتواں قاہر شَوَد

قرآن کی عظمت اَور یورپ کے محققین کی شہادت :

(۱) سر ولف لکھتا ہے :

''وسیع جمہوریت، رشد و ہدایت، فوجی تنظیم، مالیات، غرباء کی حمایت اَور ترقی کے اَعلیٰ آئین قرآن میں موجود ہیں۔''

(۲) ڈاکٹر مولیس فرانسیسی لکھتا ہے :

''قدرت کی عنایتوں نے جو کتابیں اِنسان کو دی ہیں، قرآن اُن سب سے اَفضل ہے۔''

(۳) ڈاکٹر سموئیل لکھتا ہے :

'' قرآن کے مطلب ایسے ہمہ گیر اَور ہر زمانے کے لیے موزوں ہیں کہ تمام صدائیں خواہ مخواہ قبول کرتی ہیں اَور محلوں، ریگستانوں، شہروں اَور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔''(تاریخِ اِسلام عبدالقیوم ندوی : ج ۱ ص ۳۲۷ تا ۳۳۲)

(۴) جارج سیل لکھتا ہے :

''کسی اِنسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا اَور یہ مُردوں کو زِندہ کرنے سے بڑا معجزہ ہے۔''

(۵) ارمیکسوئل لکھتا ہے :

''اگر وحی کوئی چیز ہے تو بے شک قرآن ایک اِلہامی کتاب ہے۔''

(تاریخِ اِسلام عبدالقیوم ندوی ج ۱ ص ۳۲۷)

---

[۱] بے مثل

قرآن کی ''سیاسی'' عظمت :

قرآن نے اپنے ماننے والوں اَور مؤمنینِ عاملین کو جو''سیاسی قوت'' عطا کی تھی اُس کی نظیر تاریخ بشری میں موجودنہیں۔ یہ سیاسی قوت بخشی قرآن کا''سیاسی معجزہ'' ہے۔قرآن کا براہِ راست نزول عرب قوم میں ہوا جواَکثر اَقوامِ عالم سے تعداد میں کم ،جسم میں کمزور، دولت وثروت سے محروم اَور علم و ہنر سے خالی تھی۔نزولِ قرآن کے وقت عرب صرف موجودہ سعودی عرب اَور یمن کا نام تھا۔ مصر، عراق، شام، فلسطین، اُردن، لبنان، طرابلس، تیونس، اَلجزائر یہ غیرعرب ممالک تھے جو اِسلامی فتوحات کے بعد عرب ممالک بن گئے۔

سیاسی غلبہ کے آٹھ اَسباب :

دُنیا عالمِ اَسباب ہے اَور سیاسی غلبہ اَور قوت کے لیے آٹھ اَسبابِ مادّیہ کا ہونا ضروری ہے۔ جب ایک قوم دُوسری قوم سے اِن اَسباب کے لحاظ سے فائق ہوتو پہلی قوم دُوسری قوم پر سیاسی غلبہ حاصل کر لیتی ہے، وہ آٹھ اَسباب حسبِ ذیل ہیں :

(۱) پہلی چیز''عددی کثرت'' ہے اکثر حالات میں کثیر التعداد قوم قلیل التعداد قوم پر فتح پاتی ہے لیکن عرب قوم کی تعداد دیگر اَقوام کی نسبت بہت کم تھی یہاں تک کہ نزولِ قرآن کے زمانے میں کل تعداد دو چار لاکھ بالغ اَفراد سے متجاوز نہ تھی۔

(۲) دُوسری چیز''صنعت'' ہے تاکہ اُس کے ذریعہ آلاتِ جنگ اَور پوشاک مہیا کر سکے لیکن عرب میں نہ کارخانہ تھا نہ صنعت تھی یہاں تک کہ عمدہ تلوار ہندوستان سے حاصل کی جاتی تھی جس کو ''سیفِ مہند'' کہتے تھے اَور پوشاک شام کے عیسائیوں سے (حاصل کی جاتی تھی)۔

(۳) تیسری چیز''تعلیم'' ہے۔سیاسی اِقتدار اَور نظم ونسقِ مملکت چلانے کے لیے تعلیم ضروری ہے لیکن عرب''اُمیّین'' یعنی ناخواندوں کا مُلک تھا، نہ کوئی مکتب تھا نہ مدرسہ نہ کتاب۔

(۴) چوتھی چیز''اِتفاق'' ہے تاکہ اَفراد کی منتشر قوت منظّم ہوکر ایک ہی مقصد کی طرف متوجہ

ہو سکے لیکن عرب کا ہر قبیلہ دُوسرے کا دُشمن تھا۔ اَنصارِ مدینہ کے دو قبیلے ''اَوس'' و ''خزرج'' آپس میں دُشمن تھے اَور برسہا برس ایک دُوسرے سے لڑتے رہے تھے۔

(۵) پانچویں چیز ''زراعت'' ہے تاکہ ضروریاتِ زندگی میں مُلک خود کفیل ہو سکے اَور غذائی ضروریات مہیا ہوں لیکن غذا میں عرب غیر اَقوام کے محتاج تھے۔ خرما[۱] کے سوا اِن کے پاس کچھ بھی نہ تھا اَور وہ بھی صرف بعض علاقوں میں تھی۔ اِس لیے قرآن نے حجاز کے متعلق فرمایا ہے ﴿ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ ﴾ یعنی وہ زمین جو بِن کھیتی والی ہے۔

(۶) چھٹی چیز ''معدنی دولت'' ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت عرب میں کسی معدنی دولت کا وجود نہیں تھا، اَب جو کچھ عرب میں نظر آرہا ہے وہ دَورِ حاضر کی پیداوار ہے۔

(۷) ساتویں چیز ''جسمانی قوت'' ہے۔ عرب گرم مُلک تھا ضروری غذا بھی میسّر نہ تھی، پانی کی بھی کمی تھی، سردی اَور گرمی سے بچنے کے لیے نہ ضروری مکانات تھے اَور نہ مناسب لباس، اکثر آبادی خانہ بدوشوں کی تھی جو چھولداریوں[۲] میں رہا کرتی تھی، بیمار ہوتے تو نہ کوئی علاج تھا نہ مناسب غذا، اِن حالات میں اُن کے اَجسام عام اَقوام کے مقابلہ میں نہایت نحیف، کمزور اَور ضعیف تھے۔

(۸) آٹھویں چیز ''اَخلاقی قوت'' ہے، رُوحانی اَور اَخلاقی قوت توحید سے حاصل ہوتی ہے اَور یہ اعلیٰ اَور پاکیزہ عقیدہ ہی رُوح کو قوت بخشتا ہے لیکن عرب آبادی پتھروں کے تراشے ہوئے بتوں کی پرستش کرتی تھی جس کی وجہ سے اَخلاقی اَور رُوحانی قوت سے بھی محروم تھی۔

یہ حالات تھے جب عرب میں قرآن کا نزول ہوا، مکّی زندگی کے تیرہ سالہ عرصہ میں قرآن کی آواز کفارِ مکہ کے جور و ستم کی وجہ سے دَبی رہی کیونکہ قرآن کی دعوت اَور اُس کا سننا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

---

[۱] کھجور [۲] چھوٹے خیمے

مدنی زندگی کا اَکثر حصہ غزاوات وسرایا کے شغل میں گزرا اَور عرب کو قرآن کے قریب آنے کا موقع نہ ملا۔ کچھ مدت صلح حدیبیہ کے بعد اَور کچھ فتح مکہ کے بعد ایسی ہے جو چار پانچ سال سے زیادہ نہیں کہ قرآن کو عرب پر اَثر اَندازی کا موقع مِلا لیکن ہوا کیا ؟ ہوا یہ کہ عرب بعد القرآن کو عرب قبل القرآن سے کوئی نسبت ہی نہیں رہی، اِتنی کم مدت میں قرآن نے عرب کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

عرب کو قرآن نے ایسا فیض بخشا کہ وہ ایک ایسی قوم بن گئی جو تنظیم، اِتحاد، اَخلاق، بلند خیالی، اُولوالعزمی، اِیثار، قربانی، خدا پرستی، شجاعت، سخاوت، قناعت، عفت، پاکدامنی، عدل و اِنصاف، اَمانت و دیانت میں بے مثال ہو اِسی طرح جہانگیری و جہان بانی میں بھی بے نظیر ہوگئی۔ رحمت وشفقت، عقل وتدبر، پابندی عہد وقول، راست بازی میں کوئی قوم اِن کی ہمسر نہ پہلے گزری اَور نہ آئندہ ممکن ہے یہاں تک کہ اِنسانیت کی پوری تاریخ اِن کے اَخلاق اَور خوبیوں کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے یہی وجہ تھی کہ اِن آٹھ کمزوریوں کے باوجود جو ہم نے ذکر کیں، اُنہوں نے بیک وقت دُنیائے شرق وغرب کی دو عظیم متمدن اَور ہزاروں سالوں کی مستحکم سلطنتوں ''کسریٰ'' و ''قیصر'' سے ٹکر لی اَور اِن دونوں عظیم حکومتوں کو غبار بنا کر رکھ دیا (حالانکہ) اِن میں سے ہر حکومت دُنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔

اَب سوال یہ ہے کہ یہ معجزانہ اَور اَسبابِ مادّیہ کے خلاف سیاسی غلبہ جو عرب کو حاصل ہوا جس کی طوفانی موجیں شرق میں کاشغر اَور دیوارِ چین سے ٹکرائیں اَور مغرب میں مراکش اَور اَلجزائر ہسپانیہ اَور فرانس تک پہنچیں، اُس کے اَسباب یا مادّی ہوں گے یا رُوحانی و غیبی۔

پہلا سبب جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، عرب کو حاصل نہ تھا بلکہ عرب کی حریف اَور دُشمن طاقتوں کو حاصل تھا تو مجبوراً اِقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رُوحانی قوت کا کرشمہ تھا جو قرآن کے فیض سے عرب کو حاصل ہوا جس سے قرآن کی سیاسی عظمت وتفوق بخشی ہوئی اَور اُس کی مقناطیسی قوت تاریخی واقعات سے مدلل طور پر ثابت ہوگئی۔

(بیالس برس قبل یہ مضمون ماہنامہ اَنوارِ مدینہ میں شائع ہو چکا ہے، ج ۲ شمارہ ۱ تا ۳ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین چیزیں اللہ تعالیٰ نے اَپنے بندوں سے مخفی رکھی ہیں :

عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثَلَاثُ خِلَالٍ غَیَّبْتُھُنَّ عَنْ عِبَادِیْ لَوْ رَاٰھُنَّ مَا عَمِلَ سُوْءً ا اَبَدًا لَوْ کَشَفْتُ غِطَائِیْ فَرَاٰنِیْ حَتّٰی لَیَسْتَیْقِنَ وَیَعْلَمَ کَیْفَ اَفْعَلُ بِخَلْقِیْ اِذَا اَمِتُّھُمْ وَقَبَضْتُ السَّمٰوٰتِ بِیَدِیْ، ثُمَّ قَبَضْتُ الْاَرْضَ وَالْاَرْضِیْنَ ثُمَّ قُلْتُ اَنَا الْمَلِکُ مَنْ ذَا الَّذِیْ لَہُ الْمُلْکُ دُوْنِیْ، ثُمَّ اُرِیْھِمُ الْجَنَّۃَ وَمَا اَعْدَدْتُّ لَھُمْ فِیْھَا مِنْ کُلِّ خَیْرٍ، فَیَسْتَیْقِنُوْنَھَا وَاُرِیْھِمُ النَّارَ وَمَا اَعْدَدْتُّ لَھُمْ مِّنْ کُلِّ شَرٍّ فَیَسْتَیْقِنُوْنَھَا، وَلٰکِنْ عَمَدًا غَیَّبْتُ ذَالِکَ عَنْھُمْ لِاَعْلَمَ کَیْفَ یَعْمَلُوْنَ وَقَدْ بَیَّنْتُ لَھُمْ .

(مُعجم طبرانی کبیر ج۳ ص ۲۹۴ رقم الحدیث ۳۴۴۷)

''حضرت اَبو مالک اَشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) تین چیزیں ایسی ہیں جو میں نے اَپنے بندوں (کی نگاہوں) سے پوشیدہ کردی ہیں اَگر وہ اُنہیں دیکھ لیتے تو کبھی کوئی برا کام نہ کرتے، (پہلی چیز تو یہ ہے کہ) اَگر میں اَپنی ذات سے پردہ ہٹا دیتا اَور میرے بندے مجھے دیکھ کر یقین کر لیتے اَور یہ جان لیتے کہ میں اَپنی مخلوق کو موت دے کر اُن کے ساتھ کیا کروں گا پھر آسمان و زمین کو اپنی مٹھی میں لے کر کہوں گا کہ میں ہوں بادشاہ، میرے علاوہ کون ہے جسے (آج) بادشاہت حاصل ہو (دُوسری چیز یہ ہے کہ) میں اُنہیں جنت اَور جنت میں جو نعمتیں میں نے اُن کے لیے تیاری کی

ہیں وہ اُنہیں دِکھلا دیتا حتی کہ وہ اُن کا یقین کر لیتے (تیسری چیز یہ ہے کہ) میں اُنہیں جنہم اَور جہنم میں جو تکلیف دہ چیزیں بنائی ہیں وہ اُنہیں دِکھلا دیتا حتی کہ وہ اُن کا یقین کر لیتے (تو کبھی کوئی برا کام نہ کرتے) لیکن میں نے یہ سب چیزیں اُن سے عمدًا اچھپالی ہیں تاکہ مجھے پتہ چلے کہ وہ کیا عمل کرتے ہیں اَلبتہ یہ سب چیزیں میں نے اَپنے نبی کے ذریعے سے اُن کے سامنے بیان کردی ہیں۔''

قرآنِ کریم سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے :

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ لَقِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ جِبْرَئِیْلَ فَقَالَ یَاجِبْرَئِیْلُ اِنِّیْ بُعِثْتُ اِلٰی اُمَّةٍ اُمِّیِّیْنَ مِنْھُمُ الْعَجُوْزُ وَالشَّیْخُ الْکَبِیْرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِیَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِیْ لَمْ یَقْرَأْ کِتَابًا قَطُّ قَالَ یَامُحَمَّدُ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ.(ترمذی ج۲ ص ۱۲۲ باب ماجاء ان القرآن انزل علٰی سبعة احرف، مشکوٰة ص ۱۶۲)

''حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم ﷺ کی جبرئیل اَمین سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا : جبرئیل! میں ایک ناخواندہ اُمت کی طرف بھیجا گیا ہوں جن میں بوڑھیاں بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں، لڑکے بھی، لڑکیاں بھی اَور ایسے لوگ بھی جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ جبرئیل اَمین نے (یہ سن کر) فرمایا : محمد (ﷺ) بات یہ ہے کہ قرآنِ کریم سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے (جن کے لیے جس طریقے میں آسانی ہو اَور وہ اُس طریقے پر پڑھ لے تو اُس کے لیے کافی ہو جائے گا)۔''

ف : اِس حدیث شریف میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ قرآنِ کریم سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے اِس میں سوال ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کے سات حرفوں پر نازل ہونے سے کیا مرد ہے ؟ اِس سلسلہ میں شارحینِ حدیث کا شدید اِختلاف پایا جاتا ہے، ہر ایک نے اَپنے اَپنے ذوق کے مطابق مراد متعین

کرنے کی کوشش کی ہے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اِس سے متعلق تحریر فرماتے ہیں :

''ہمارے نزدیک قرآنِ کریم کے ''سات حروف'' کی سب سے بڑی بہتر تشریح اَور تعبیر یہ ہے کہ حدیث میں ''حروف کے اِختلاف'' سے مراد قراءتوں کا اِختلاف ہے اَور سات حروف سے مراد اِختلافِ قراءت کی سات نوعیتیں ہیں چنانچہ قرائتیں تو اگرچہ سات سے زائد ہیں لیکن اِن قراءتوں میں جو اِختلافات پائے جاتے ہیں وہ سات اَقسام میں منحصر ہیں۔'' (علوم القرآن ص ۱۰۶)

اِختلافِ قراءت کی سات نوعیتیں کیا ہیں اِن کو بیان کرتے ہوئے مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں :

''یہ سب حضرات تو اِس بات پر متفق ہیں کہ حدیث میں سات حروف سے مراد اِختلافِ قراءت کی سات نوعیتیں ہیں لیکن پھر اِن نوعیتوں کی تعیین میں اِن حضرات کے اَقوال میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک نے قراءت کا اِستقراء اَپنے طور پر اَلگ اَلگ کیا ہے، اِن میں جن صاحب کا اِستقراء سب سے زیادہ منضبط مستحکم اَور جامع و مانع ہے، وہ اِمام اَبوالفضل رازی رحمہ اللہ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ قراءت کا اِختلاف سات اَقسام میں منحصر ہے :

(۱) اسماء کا اِختلاف، جس میں اِفراد، تثنیہ وجمع اَور تذکیر و تانیث دونوں کا اِختلاف داخل ہے، (اِس کی مثال وہی تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ) ہے جو ایک قراءت میں تَمَّتْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ بھی پڑھا گیا ہے۔)

(۲) اَفعال کا اِختلاف، کہ کسی قراءت میں صیغۂ ماضی ہو، کسی میں مضارع اَور کسی میں اَمر (اِس کی مثال رَبَّنَابَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا) ہے کہ ایک قراءت میں اِس کی جگہ رَبُّنَا بَعَّدَ بَيْنَ اَسْفَارِنَا بھی آیا ہے۔)

(۳) وجوہِ اعراب کا اِختلاف، جس میں اعراب یا حرکات مختلف قراءتوں میں مختلف ہوں (اِس کی مثال وَلَا یُضَارَّ کَاتِبٌ اور لَا یُضَارُّ کَاتِبٌ اور ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ اور ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ)

(۴) الفاظ کی کمی بیشی کا اِختلاف، کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اَور دُوسری میں زیادہ ہو (مثلاً ایک قراءت میں وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ہے اَور دُوسری میں وَالذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ہے۔) اَور اِس میں وَمَا خَلَقَ کا لفظ نہیں ہے، اِسی طرح ایک قراءت میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ اَور دُوسری میں تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ .

(۵) تقدیم و تاخیر کا اِختلاف، کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ مقدم اَور دُوسری میں مؤخر ہے (مثلاً وَجَاءَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور جَاءَتْ سَکْرَۃُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ)

(۶) بدلیّت کا اِختلاف، کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہے اَور دُوسری قراءت میں اُس کی جگہ دُوسرا لفظ (مثلاً نُنْشِزُھَا اور نَنْشُرُھَا، نیز فَتَبَیَّنُوْا فَتَثَبَّتُوْا اَور طَلْحٍ اَور طَلْعٍ)

(۷) لہجوں کا اِختلاف، جس میں تفخیم، ترقیق، اماله، قصر، مد، همز، اِظهار اَور اِدغام وغیرہ کے اِختلاف شامل ہیں (مثلاً مُوْسٰی ایک قراءت میں اِمالہ کے ساتھ ہے اَور اُسے مُوْسٰیْ کی طرح پڑھا جاتا ہے، اَور دُوسری میں بغیر اِمالہ کے ہے)۔ (علوم القرآن ص ۱۰۷)

ماہِ رجب کے فضائل و اَحکام

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

✡ ✡ ✡

ماہِ رجب عظمت وفضیلت والا مہینہ :

رجب المرجب کا مہینہ اُن چار مہینوں میں سے ہے جو کہ حرمت، عظمت اَور فضیلت والے ہیں قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ . ﴾ (سُورہ توبہ آیت ۳۶)

''یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی (یعنی اَحکامِ شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اَور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اَور زمین پیدا کیے تھے (اُسی روز سے، اَور) اِن میں چار خاص مہینے اَدب کے ہیں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب)، یہی (اَمرِ مذکور) دینِ مستقیم ہے (یعنی اِن مہینوں کا بارہ ہونا اَور چار کا بالتخصیص اَشْهُرِ حُرُم ہونا) سوتم اِن سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو کہ موجبِ گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا۔'' (بیان القرآن ملخص)

اِمام جصاصؒ نے اَحکام القرآن میں فرمایا ہے کہ اِن میں اِشارہ اِس بات کی طرف ہے کہ (چار) متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ اِن میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اَور ہمت ہوتی ہے، اِسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں

اَور برے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اُس کو برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اِس لیے اِن مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔(معارف القرآن ج ۴ ص ۳۷۱ تا ۳۷۳)

جب نبی کریم ﷺ رجب کے مہینے کا چاند دیکھتے تو یہ دُعا فرمایا کرتے تھے :

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ. ۱؎

''اے اللہ ! ہمارے لیے رجب اَور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمائیے اَور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے۔''

یعنی اِن مہینوں میں ہماری طاعت وعبادت میں برکت عطا فرما اَور ہماری عمر لمبی کر کے رمضان تک پہنچا تاکہ رمضان کے اعمال روزہ اَور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کریں اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے رجب اَور شعبان کے مہینوں میں برکت ہونے کی دُعا فرمائی ہے تو حضور ﷺ کے اِس اِرشاد سے رجب اَور شعبان کے مہینے کا برکت والا ہونا ظاہر ہوا۔

رجب کی پہلی رات کی فضیلت :

اَور کیونکہ یہ مبارک مہینہ ہے اَور حضور ﷺ اِس مہینہ کا چاند دیکھ کر برکت کی دُعا بھی فرماتے تھے، اِسی وجہ سے اِس بابرکت مہینہ کی اِبتدائی رات کو خاص فضیلت عطا ہوئی اَور اِس میں دُعا کی قبولیت کی زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے تاکہ اِس بابرکت مہینہ کا آغاز ہی دُعاؤں کے ساتھ ہو اَور پھر پورے مہینے اِس دُعا کی برکت قائم رہے۔

''حضرت اِبن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دُعا رَد نہیں کی جاتی اَور وہ جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات اَور عیدین کی دونوں راتیں ہیں۔'' ۲؎

۱؎ مشکوۃ شریف کتاب الصلوۃ باب الجُمعة رقم الحدیث ۱۳۶۹

۲؎ عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷ . بیھقی فی شعب الایمان ج۲ ص ۱۳ . فضائل الاوقات ص ۳۱۲

ماہِ رجب میں روزے :

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ رجب کا مہینہ عظمت و شرافت والے مہینوں میں سے ہے جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے اَور اِن مہینوں میں عبادت و اِطاعت کی خاص فضیلت اِسلام میں اَب بھی باقی ہے، اَور روزہ بھی عبادت و اِطاعت میں داخل ہے۔ اِس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے اَور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض اَحادیث میں ذکر بھی ملتا ہے نیز بعض محدثین و فقہاءِ کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب و مندوب ہونا ثابت ہے۔

> ''حضرت عطاءؒ سے مروی ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ رجب کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے ؟ حضرت اِبن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں اِرشاد فرمایا کہ بے شک (رکھتے تھے) اَور اِس مہینے کو عظمت والا شمار کرتے تھے۔'' [1]

فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

> ''اَور مستحب روزے کئی قسم کے ہیں: اَوّل محرم کے روزے، دُوسرے رجب کے روزے اَور تیسرے شعبان اَور عاشوراء کے دِن کا روزہ۔'' [2]

۲۲ رجب کے کونڈے :

آج کل رجب کے مہینے میں ۲۲ تاریخ کو بڑی دُھوم دَھام کے ساتھ جو رسم اَنجام دی جاتی ہے وہ کونڈوں کی رسم ہے۔ اَور اِس کی نسبت حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی جاتی ہے اَور کونڈوں کے متعلق مختلف گھڑی ہوئی داستانیں اَور واقعات بھی چھاپ کر لوگوں میں عام کیے جاتے ہیں اَور کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے کونڈوں کی اِس رسم کو اَنجام دینے کا حکم فرمایا

[1] کنز العُمّال ج۸ ص۶۵۷ رقم ۲۴۲۶۱ [2] فتاوٰی ہِندیہ ج۱ ص۲۰۲ کتاب الصوم

تھا اَور اِس رسم کو اَنجام دینے والے کی منت پوری کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی حالانکہ یہ بے پر کی باتیں سراسر جھوٹ ہیں اَور حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ پر سخت تہمت ہے کہ اُنہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ دِلا کر منت پوری کرنے کی یوں ذمہ داری لی ہو۔آپ کا دامن ایسی لغو باتوں سے پاک ہے اَور دینی علوم کی بصیرت میں اُن کا بلند مقام ہے۔

کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت :

اَب کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت بزرگانِ دین کی تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

> ''کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلِ سنت والجماعت میں محض بے اصل ، خلافِ شرع اَور بدعتِ ممنوعہ ہے کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اَور نہ تاریخ وفات ۔حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی وِلادت ۸/رمضان ۸۰ ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اَور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے اَور اِس تاریخ کو حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے ؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے۔(دیکھو تاریخ طبرانی ذکرِ وفاتِ معاویہؓ) اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت اِمام جعفر صادق ؒ کی طرف منسوب کیا گیا ورنہ دَرحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے جس وقت یہ رسم اِیجاد ہوئی، اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا اِس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ اِعلانیہ نہ تقسیم کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دُشمنانِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی

کے ساتھ ایک دُوسرے کے یہاں جا کر اُسی جگہ یہ شرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اَور اِس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دُوسرے پر ظاہر کریں ۔ جب کچھ اِس کا چرچا ہوا تو اِس کو حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت اِمام موصوف پر لگائی کہ اُنہوں نے خود خاص اِس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں لہٰذا برادرانِ اہلِ سنت کو اِس رسم سے بہت دُور رہنا چاہیے ، نہ خود اِس رسم کو بجالائیں اَور نہ اِس میں شرکت کریں ۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم ۔'' (فتاوٰی محمودیہ ج ۳ ص ۲۸۱ تا ۲۸۲)

''اِیصالِ ثواب جس کو چاہے ، جب چاہے بلا کسی اِلتزامِ تاریخ و مہینہ وغیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہت بہتر ہے لیکن کونڈہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اَصل اَور بدعت ہے ۔'' (فتاوٰی محمودیہ ج ۳ ص ۲۸۱)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید اَحمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

''کونڈوں کی مروج رسم دُشمنانِ صحابہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اِظہارِ مسرت کے لیے اِیجاد کی ہے ۔ ۲۲ / رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے (طبری ۔ اِستیعاب) ۲۲ / رجب کو حضرت جعفر صادقؒ سے کوئی تعلق نہیں نہ اِس میں اُن کی وِلادت ہوئی نہ وفات ۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی وِلادت ۸ / رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ کی ہے اَور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی ، اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اِس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادقؒ کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے ورنہ دَر حقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے جس وقت یہ رسم اِیجاد ہوئی شیعہ مسلمانوں سے مغلوب وخائف تھے اِس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی اِعلانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دُشمنانِ حضرت معاویہ خاموشی کے ساتھ ایک دُوسرے کے یہاں جاکر اُسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اَور اِس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دُوسرے پر ظاہر کریں ۔ جب اِس کا چرچا ہوا تو اِس کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت اُن پر لگائی کہ اُنہوں نے خود اِس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دُوسروں کو بھی اِس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اِس سے بچانے کی کوشش کریں۔'' (اَحسن الفتاوٰی ج ۱ ص ۳۶۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں :

''اِس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض وواجب کے دَرجہ میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں، اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کیے تو وہ (گویا کہ) مسلمان ہی نہیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزے رکھے یا نہ رکھے، گناہوں سے بچے یا نہ بچے، لیکن کونڈے ضرور کرے۔ اَور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اُس پر لعنت اَور ملامت کی جاتی ہے، خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے ؟ نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے، نہ تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اَور نہ بزرگانِ دینؒ سے، کہیں سے اِس کی کوئی اَصل ثابت نہیں اَور اِس کو اِتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دُوسرا کام ہو یا نہ ہو لیکن کونڈے ضرور ہوں گے، اِس کی وجہ

یہ ہے کہ اِس میں ذرا مزہ اَور لذت آتی ہے اَور ہماری قوم لذت اَور مزہ کی خوگر ہے، کوئی میلہ ٹھیلہ ہونا چاہیے اَور کوئی حظِّ نفس (نفس کا مزہ) کا سامان ہونا چاہیے۔ اَور ہوتا یہ ہے کہ جناب! پوریاں پک رہی ہیں، حلوہ پک رہا ہے اَور اِدھر سے اُدھر جا رہی ہیں اَور اُدھر سے اِدھر آرہی ہیں اَور ایک میلہ لگا ہوا ہے، تو چونکہ یہ بڑے مزے کا کام ہے، اِس واسطے شیطان نے اِس میں مشغول کر دیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو، وہ کوئی ضروری نہیں مگر یہ کام ضرور ہونا چاہیے۔ بھائی ! اِن چیزوں نے ہماری اُمت کو خرافات میں مبتلا کر دیا ہے۔

حقیقت روایات میں کھوگئی یہ اُمت خرافات میں کھوگئی

اِس قسم کی چیزوں کو لازمی سمجھ لیا گیا اَور حقیقی چیزیں پس پشت ڈال دی گئیں، اِس کے بارے میں رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اِس لیے کہ بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں، اُن کے دِلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا لیکن دین سے واقف نہیں، اِن بیچاروں کو اِس کے بارے میں پتہ نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی ہوتی ہے اَور گوشت اِدھر سے اُدھر جاتا ہے، یہ بھی قربانی کی طرح کوئی ضروری چیز ہوگی اَور قرآن وحدیث سے اِس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا، اِس لیے ایسے لوگوں کو محبت، پیار اَور شفقت سے سمجھایا جائے اَور ایسی تقریبات میں خود شریک ہونے سے پرہیز کیا جائے۔''

(اِصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۴،۵۵)

گزشتہ تفصیل سے دلائل کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ ۲۲ر رجب کے کونڈے کرنا شرعًا جائز نہیں اِن میں شرکت کرنا اَور کسی طرح سے لوگوں کو ترغیب دینا بھی گناہ ہے۔ اگر یہی مال جو کونڈوں کی رسم میں خرچ کیا جاتا ہے کسی صحیح دینی مصرف میں لگایا جائے تو دُنیا اَور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

۲۷؍رجب کے منکرات اَور رسمیں :

آج کل رجب کی ۲۷؍تاریخ میں بے شمار ایسی چیزیں ہونے لگی ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ بہت سی چیزیں شرعًا گناہ ہیں۔ پنجاب میں شبِ معراج شریف ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے، دِن کو حلوہ پوری پکایا جاتا ہے، رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، رات کو آتش بازی چلائی جاتی ہے اَور مٹی کی چھوٹی چھوٹی رکابیوں پر رنگین کاغذ منڈھے جاتے ہیں جن میں چراغ رکھ کر رات کو دَر و دِیوار پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ پنجابی میں اِس رسم کو ''کول جلانا'' کہتے ہیں۔ جو شخص اِن رسموں کی مخالفت کرے اُسے ''وہابی'' کا لقب دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عمومًا ائمہ مساجد جاہلوں کی اِس گالی سے ڈر کر اُن کی مخالفت نہیں کرتے حالانکہ پہلی رسم کو عبادت سمجھنا بالکل فضول ہے دُوسری، تیسری اَور چوتھی میں تبذیر اَور اِسراف پایا جاتا ہے جو شرعًا حرام ہے۔ (خطباتِ حضرت لاہوریؒ)

اَور اِس قسم کی چیزیں زیادہ تر اِس بنیاد پر اَنجام دی جارہی ہیں کہ ۲۷؍رجب کے بارے میں مشہور ہوگیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی معراج کی تاریخ ہے اَور عوام میں رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات ہی کو قطعی اَور حتمی طور پر شبِ معراج سمجھا جاتا ہے۔

۲۷؍رجب اَور شبِ معراج :

حالانکہ شبِ معراج کی تاریخوں، مہینوں بلکہ سالوں میں بھی اِختلاف پایا جاتا ہے۔ شبِ معراج کے مہینے کے بارے میں مختلف قول پائے جاتے ہیں : (۱) بعض کے نزدیک شبِ معراج ربیع الاوّل کے مہینے میں ہوئی۔ (۲) بعض کے نزدیک ربیع الآخر کے مہینے میں ہوئی (۳) بعض کے نزدیک رجب کے مہینے میں ہوئی (۴) بعض کے نزدیک رمضان کے مہینے میں ہوئی (۵) بعض کے نزدیک شوال کے مہینے میں ہوئی۔

مفتی ٔ اَعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآراء تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں :

''اِمام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں، موسیٰ بن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا اَور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نمازوں کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے ہوچکی تھی۔ اِمام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا واقعہ بعثتِ نبوی کے سات سال بعد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ واقعہ معراج بعثتِ نبوی سے پانچ سال بعد ہوا ہے۔ اِبن اسحٰق کہتے ہیں کہ واقعہ معراج اُس وقت پیش آیا جبکہ اِسلام عام قبائلِ عرب میں پھیل چکا تھا۔ اِن تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔ حربی کہتے ہیں کہ واقعۂ اسراء ومعراج ربیع الثانی کی ستائیسویں شب میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے۔ اَور اِبن قاسم ذہبی کہتے ہیں کہ بعثت سے اَٹھارہ مہینے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضراتِ محدثینؒ نے روایاتِ مختلفہ ذکر کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کن چیز نہیں لکھی اَور مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہِ رجب کی ستائیسویں شب، شبِ معراج ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم۔''

(معارف القرآن ج ۵ ص۴۴۲ و ۴۴۳)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں :

''۲۷ رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہوگیا ہے کہ یہ شبِ معراج ہے اَور اِس شب کو بھی اِسی طرح گزارنا چاہیے جس طرح شبِ قدر گزاری جاتی ہے اَور جو فضیلت شبِ قدر کی ہے، کم وبیش شبِ معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''شبِ معراج کی فضیلت شبِ قدر سے بھی زیادہ ہے۔'' اَور پھر اِس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص

طریقے مشہور کردیے کہ اِس رات میں اِتنی رکعات پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں فلاں فلاں خاص سورتیں پڑھی جائیں۔ خدا جانے کیا کیا تفصیلات اِس نماز کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہوگئیں۔ خوب سمجھ لیجیے! یہ سب بے اَصل باتیں ہیں، شریعت میں اِن کی کوئی اَصل اَور کوئی بنیاد نہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷ رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے کیونکہ اِس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاوّل کے مہینے میں تشریف لے گئے تھے، بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے اَور بعض روایتوں میں کوئی اَور مہینہ بیان کیا گیا ہے۔ اِس لیے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سی رات صحیح معنٰی میں معراج کی رات تھی جس میں آنحضرت ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ اِس سے آپ خود اَندازہ کر لیں کہ اگر شبِ معراج بھی شبِ قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اَور اُس کے بارے میں کوئی خاص اَحکام ہوتے جس طرح شبِ قدر کے بارے میں ہیں تو اِس کی تاریخ اَور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا لیکن چونکہ شبِ معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اَب یقینی طور سے ۲۷ رجب کو شبِ معراج قرار دینا درست نہیں اَور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ ﷺ ۲۷ رجب ہی کو معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا اَور جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ مقامِ قرب عطا فرمایا اَور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا اَور اُمت کے لیے نمازوں کا تحفہ بھیجا تو بے شک وہی ایک رات بڑی فضیلت والی تھی، کسی مسلمان کو اِس کی فضیلت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ؟ لیکن یہ فضیلت ہر سال آنے والی ۲۷ رجب کی شب کو حاصل نہیں۔ پھر دُوسری بات یہ ہے کہ

(بعض روایتوں کے پیشِ نظر۔ناقل) یہ واقعۂ معراج سن ۵ ؍نبوی میں پیش آیا یعنی حضور علیہ السلام کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شبِ معراج پیش آئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اِس واقعہ کے بعد ۱۸ ؍سال تک آپ دُنیا میں تشریف فرمارہے لیکن اِن اَٹھارہ سال کے دَوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ علیہ السلام نے شبِ معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو یا اِس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو یا اِس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اِس رات میں شبِ قدر کی طرح جاگنا زیادہ اَجروثواب کا باعث ہے۔نہ تو آپ کا ایسا کوئی اِرشاد ثابت ہے اَور نہ آپ کے زمانے میں اِس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے، نہ خود حضور علیہ السلام جاگے اَور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِس کی تاکید فرمائی اَور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طور پر اِس کا اہتمام فرمایا پھر سرکارِ دوعالم علیہ السلام کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد (تقریباً) سوسال تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دُنیا میں موجود رہے، اِس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ۲۷ ؍رجب کو خاص اہتمام کرکے منایا ہو۔لہٰذا جو چیز حضور اَقدس علیہ السلام نے نہیں کی اَور جو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کی اُس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اُس کو سنت قرار دینا یا اُس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے۔اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت والی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اِس کو کروں گا تو اُس کے برابر کوئی اَحمق نہیں۔''

(اِصلاحی خطبات ج ۱ ص ۴۸ تا ۵۱)

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ، تابعین رحمہم اللہ اَور تبع تابعین رحمہم اللہ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے دین کو خوب سمجھنے والے اَور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے ۔اَب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اُن سے زیادہ دین کو جانتا ہوں یا اُن سے زیادہ دین کا ذوق رکھتا ہوں یا اُن سے زیادہ عبادت گزار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے، وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔لہٰذا اِس رات میں عبادت کے لیے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے ۔ یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ جس عبادت کی توفیق دے دیں وہ بہتر ہی بہتر ہے۔لہٰذا آج کی رات بھی جاگ لیں ،کل کی رات بھی جاگ لیں ،اسی طرح ستائیسویں رات کو بھی جاگ لیں لیکن اِس رات میں اَور دُوسری راتوں میں کوئی فرق اَور کوئی نمایاں اِمتیاز نہیں ہونا چاہیے۔(اِصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۱ و ۵۲)

وفیات

گذشتہ ماہ کریم پارک کے جناب سلطان صاحب کی اہلیہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

۲۲ر اپریل کو مدرسہ فاروقِ اعظم کنگن پور ضلع قصور کے مہتمم قاری محمد اَشرف صاحب حامد کے جواں سال صاحبزادے حافظ محمد کفایت اللہ صاحب طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام نصیب فرمائے اَور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ،آمین۔

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲/ اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ کے فاضل مولانا عقیل صاحب کی دعوت پر حفظِ قرآن کے اِختتامی پروگرام میں شرکت کے لیے سید پور تشریف لے گئے جہاں آپ نے بچوں میں حفظ قرآن کے اِنعامات تقسیم فرمائے اَور قرآنِ مجید کی اہمیت اَور فضیلت پر بیان فرمایا، بعد اَزاں چند منٹ کے لیے حضرت، شہید مولانا سعید صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔

۱۳/ اپریل بروز ہفتہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مولانا محسن گلزار صاحب کی دعوت پر مدرسہ کی اِفتتاحی تقریب میں گجومتہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے علمِ دین کی اہمیت و فضیلت پر تقریر فرمائی، بعد اَزاں آپ ختمِ نبوت کی دعوت پر ٹاؤن شپ تشریف لے گئے جہاں آپ نے تحفظ ختمِ نبوت اَور ردِّ قادیانیت کورس کے شرکاء سے بیان فرمایا۔

۱۷/ اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بھائی محمد اِقبال صاحب کی خصوصی دعوت پر سیرت کے جلسہ میں شرکت کے لیے اَوکاڑہ کے مضافات میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے سیرت کے موضوع پر بیان فرمایا، قبل اَزیں جامعہ مدنیہ جدید کے شعبۂ برقیات کے مُشرِف مولانا شاہد صاحب کی خواہش پر اُن کے گاؤں تشریف لے گئے جہاں آپ نے اہلِ علاقہ سے علماء کی عظمت اَور علم کی اہمیت پر مختصر بیان فرمایا۔

۲۱/ اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مجلس یادگارِ شیخ الاسلامؒ پاکستان لاہور کے زیر اہتمام ہونے والے دُوسرے شیخ الاسلامؒ سیمینار میں شرکت کی غرض ہمدرد ہال لاہور تشریف لے گئے جہاں آپ نے ''حضرت مدنیؒ کی سیاسی خدمات'' کے موضوع پر بیان فرمایا۔

۲۲/ اپریل کو حضرت اَقدس مولانا ڈاکٹر مفتی محمد عبد الحلیم صاحب چشتی دامت برکاتہم جامعہ جدید تشریف لائے اَور طلباء سے خطاب فرمایا۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور